جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلہ الحقانیہ

ساہیوال

سرگودھا

جلد ۳ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ ○ جنوری ۲۰۰۸ء شمارہ ۱۰



بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ جنوری ۲۰۰۸ء

☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے

بعد الحمد والصلوۃ: قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے ان الدین عند اللّٰہ الاسلام (پ۳) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین فقط اسلام ہی ہے، دین اسلام کے سوا اگر کوئی شخص کسی اور مذہب کو اختیار کرتا ہے تو اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، ایسا شخص دنیا و آخرت میں کامیاب نہیں ہوسکتا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین (پ۳)

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے کامل، مکمل اور پسندیدہ ہونے کا اعلان ذوالحجہ سن ۱۰ ہجری کو عرفہ اور جمعۃ المبارک کے دن حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ یہ آیت بھیج کر فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (پ۵)

ان نصوص سے واضح ہے کہ دین اسلام کامل، مکمل اور حق تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور اس کی تعلیمات قیامت تک کیلئے ہیں، دین اسلام پر ایمان لائے بغیر نجات کی کوئی صورت نہیں ہے، دین اسلام کے علاوہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان کے ماننے والے بھی اس وقت تک کامیاب و کامران نہیں ہوسکتے اور نجات نہیں پاسکتے جب تک وہ دین اسلام کو قبول نہ کریں، چنانچہ یہود و نصاریٰ جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوۃ والسلام اور آسمانی کتاب پر ایمان لانے کے مدعی ہیں ان پر بھی لازم ہے کہ اگر وہ نجات چاہتے ہیں تو دین اسلام کو قبول کریں اور حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ایمان لائیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے لو کان موسٰی حیًّا لما وسعہ الاّ اتباعی یعنی اگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ بھی اس وقت دنیا میں حیات ہوتے تو ان پر بھی آپ ﷺ کی اتباع ضروری تھی، جب صاحب کتاب کلیم اللہ کیلئے بھی یہ حکم ہے تو کوئی امتی اس سے کیسے مستثنیٰ ہوسکتا ہے۔ غرضیکہ نجات اور دنیا و آخرت کی فوز و فلاح فقط دین اسلام میں منحصر ہے اور دین اسلام نہایت جامع، کامل و مکمل اور مسلمانوں کیلئے دستور حیات ہے، دین اسلام کی تعلیمات بنیادی طور پر عقائد، معاملات، اخلاق، معاشرت اور

عبادات پانچ شعبوں پرمحیط و مشتمل ہیں،یہ سب دین اسلام کے شعبے ہیں،صرف کسی ایک شعبہ کو پورا دین قرار دینا صحیح نہیں ہے،کیونکہ کوئی بھی ایک شعبہ دین کا حصہ تو کہلاسکتا ہے اسے پورا دین نہیں کہا جاسکتا،پورے دین کا اطلاق اس وقت صحیح ہوگا جب دین کے تمام شعبے اور اجزاء مکمل ہوں۔دین اسلام کے محاسن اور خوبیوں کو دیکھ کر اپنے تو اپنے غیر بھی ان کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

دین اسلام کی جملہ تعلیمات اور حضور اکرم سرورِ دو عالم ﷺ کے تمام فرامین اور ارشادات عالیہ عقل ونقل اور فطرت سلیمہ کے عین مطابق اور بلا شبہ حق وسچ ہیں اور کسی مسلمان مرد وعورت کو انہیں بلا چون وچرا دل وجان سے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔آیت کریمہ فلا وربك لا یؤمنون حتّٰی یحکّموك فیما شجر بینهم ثمّ لایجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلّموا تسلیمًا (پ۵) میں ایمان کی دو شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں ایک تسلیم اور دوسری رضا،جب تک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ کو دل وجان سے راضی ہوکر تسلیم نہیں کرلیا جائے گا اس وقت تک کوئی بھی شخص مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا۔

مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان آج سے ساٹھ سال قبل محض اس لئے معرض وجود میں لائی گئی تھی کہ اس ملک میں قرآن وسنت کے قوانین کو نافذ کیا جائے گا اور یہاں کا دستور وآئین قانون شریعت کے مطابق ہوگا،اسی مقصد کیلئے ۱۹۴۰ء میں پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا اور پھر پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد بھی اسمبلی نے اسی لئے منظور کی جس کے منظور کرانے میں وزیر اعظم لیاقت علی خان اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی دلچسپی کا بڑا دخل تھا۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی تسلیم کرلیا گیا تھا کہ یہاں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا اور جو قوانین پہلے سے خلاف اسلام موجود ہیں ان کو جلد تبدیل کردیا جائے گا،اس کاز کے حصول کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ایک ادارہ بھی تشکیل دیا گیا جس میں بڑے بڑے جید علماء کرام وفقہاء عظام نے ملک میں رائج بہت سے قوانین کو خلاف اسلام قرار دیتے ہوئے انہیں تبدیل کرنے کی سفارش کی اور بہت سے قوانین قرآن وسنت کے مطابق بنا کر انہیں نافذ کرنے کیلئے حکومت سے مطالبہ کیا۔

لیکن افسوس! کہ حکومت نے اسلامی کونسل کی سفارشات پر عمل کی بجائے ان تمام کاوشوں

کو طاقِ نسیاں میں رکھ دیا اور ان پر عمل کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی جس کے نتیجہ میں آج تک اس مملکت خداداد میں قوانین اسلام کا نفاذ نہیں ہوسکا اور اس سلسلہ میں حکومت کی لیت و لعل اور مسلسل حیلے و بہانے کی وجہ سے ہنوز روز اول والا معاملہ ہے، اور بدقسمتی سے اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ ''نظریاتی کونسل'' جس کا اصل مقصد اسلامی قوانین اور شریعت کے نفاذ کا مطالبہ تھا اس کے موجودہ چیئرمین اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات ماننے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں اور چودہ سو سال کے مسلمہ و متفقہ مسائل و احکام کو بھی قابل ترمیم سمجھتے ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت ۷ نومبر ۲۰۰۷ء ص ۸ میں ان کا جو بیان شائع ہوا ہے اس کا درج ذیل اقتباس پڑھ کر آپ کو موصوف کے افکار کا بخوبی علم ہوسکتا ہے:

''اسلام آباد (آئی این پی) اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود نے کہا ہے کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں ہے، یہ مولانا مودودی کی فکر تھی، اسلام صرف مکمل دین ہے، اسلام میں چہرے کا پردہ ہے نہ سر کا، یہ محض معاشرتی رواج ہے، حجاب صرف نبی کی ازواج کیلئے تھا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز ایک خصوصی انٹرویو میں کیا۔ ڈاکٹر خالد مسعود کا کہنا تھا کہ اگر چہ داڑھی سنت ہے تاہم حضور ﷺ کے دور میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں داڑھی رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون میں کمزوریاں ہیں ان کمزوریوں کو دور کیا جانا چاہئے، اسلامی قانون کے مطابق اگر کسی کے منہ سے توہین پر مبنی الفاظ نکل گئے ہیں تو اسے توبہ کا موقع ملنا چاہئے لیکن ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ حدود اللہ کا کوئی تصور قرآن میں موجود نہیں، یہ تصور فقہاء حضرات کا ہے کہ مخصوص سات جرائم کو حدود اللہ کہا جائے''۔

آپ نے اسلامی نظریاتی کونسل کے موجودہ چیئرمین کے خیالات و افکار ملاحظہ فرمالئے ہیں جو اگرچہ سراسر الحاد، بے دینی اور تحریف پر مبنی ہیں لیکن کلّ اناء یترشح بما فیہ کے عین مصداق ہیں۔

جو لوگ مغربی اور یورپی افکار کے حامل اور دلدادہ ہیں ان سے اس طرح کے خیالات کا اظہار کسی طرح بعید نہیں ہے، لیکن ان حضرات سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اس ملک میں دین اسلام کو اس کی اصلی شکل و صورت میں نافذ کرنا چاہتے ہیں انتہائی خود فریبی اور بڑی سادگی ہے۔

جو لوگ ایسے مقدس اداروں کے صرف رکن بننے کے اہل نہیں ہیں مہربانی گورنمنٹ نے انہیں

پورا ادارہ ہی سونپ دیا ہے تا کہ وہ جی بھر کر اس میں ہر طرح کی تحریف کر کے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے آقاؤں کو بھی خوش کرتے رہیں، لیکن ۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے افراد کو اس اہم ادارہ سے الگ کرے اور آئین کے مطابق ان حضرات کا انتخاب عمل میں لائے جو صحیح معنی میں اس مقدس کام اور اس اہم منصب و ذمہ داری کے اہل ہیں، پھر نہ صرف ان کی سفارشات کو کاغذوں کے بوجھ تلے دبایا جائے بلکہ ان کو نافذ بھی کیا جائے تا کہ باشندگان پاکستان اسلامی نظام کی برکات سے بہرہ ور اور فیضیاب ہو کر اپنے دل و دماغ کو روشن و منور کر سکیں۔

پاکستان کے حالات اگر چہ ایک عرصہ سے ناہموار چلے آرہے ہیں لیکن سابقہ وزیر اعظم کے حالیہ قتل کے بعد سے مملکت اسلامیہ جن حالات سے دوچار ہے وہ یقیناً ناگفتہ بہ ہیں، ملک میں انتشار اور بدامنی کا سماں ہے حتی کہ جان، مال و عزت تک غیر محفوظ ہے، اسی طرح مہنگائی کے بوجھ نے غریب عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، ہر شخص پریشانی کا شکار اور مفلوک الحال ہے۔

ان تمام خرابیوں کا مداوا بھی اسی میں ہے کہ دین اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات تسلیم کرتے ہوئے اس کی سنہری تعلیمات پر عمل کیا جائے، جب تک ملک میں دین اسلام اور شریعت محمدیہ (ﷺ) کا نفاذ نہیں ہوگا اس وقت تک حالات درست نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے اور نامرضیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ملک پاکستان کی حفاظت فرمائیں اور اس کو امن و امان کا گہوارہ بنائیں۔

امین و صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمّد وّعلٰی الہ و اصحابہ اجمعین۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۴۲۸/۱۲/۲۵ھ

۵/جنوری ۲۰۰۸ء

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ومن النّاس من یّقول امنّا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین ○ یخٰدعون اللّٰہ والّذین امنوا ج وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون ○ فی قلوبھم مّرض فزادھم اللّٰہ مرضًا ج ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون ○

ترجمہ

اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں (بلکہ) چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور واقع میں کسی سے چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے (یعنی اس چالبازی کا انجام بد خود اپنے ہی کو بھگتنا پڑے گا)

تشریح وتفسیر

یہاں سے ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر حقیقت میں مسلمان نہ تھے، اسلام کا اظہار محض دباؤ یا مصلحت کی وجہ سے کرتے تھے، دل سے اسلام کو ماننے کیلئے تیار نہ تھے، شریعت کی اصطلاح میں ایسے شخص کو منافق کہا جاتا ہے۔

ومن النّاس من یّقول سے رکوع کے آخر تک تیرہ آیات میں انہی منافقین کا ذکر کیا جا رہا ہے، کافروں میں سب سے بدتر فرقہ یہی ہے جس نے کفر کے ساتھ جھوٹ کو جمع کیا اور اسلام کو عظیم نقصان پہنچایا۔

منافق نفق سے ماخوذ ہے، نفق اس سرنگ کو کہتے ہیں جس میں دونوں طرف سے راستہ ہو، چونکہ منافقین اسلام میں ایک دروازہ سے داخل ہوتے ہیں اور دوسرے دروازہ سے نکل جاتے ہیں اس لئے ان کے اس عمل کا نام نفاق رکھا گیا۔ امام راغب نے مفردات میں اس کی یوں تصریح فرمائی ہے:

ومنہ النّفا ق وھوالدخول فی الشّرع من باب والخروج عنہ من باب

وعلٰی ذٰلک نبّہ تعالٰی بقولہ انّ المنافقین ھم الفاسقون ای الخارجون من الشّرع۔

نبی کریم ﷺ نے منافق کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان ایک بکری ہے وہ گابھن ہونے کیلئے کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہے کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷)

آیات بالا کی تشریح وتفسیر سے قبل منافقین کی تاریخ اور نفاق کے اسباب ملاحظہ فرمائیں۔

اس عنوان کے تحت تفسیر ''انوارالبیان'' میں اس کی تفصیل یوں تحریر کی گئی ہے؛

''جب سرورعالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور دین اسلام خوب پھیلنےلگا تو یہودیوں اور خاص کران کے علماء اوراحبار کو یہ بات زیادہ کھلی اور یہ لوگ دشمنی پر اتر آئے، کچھ لوگ اوس اورخزرج میں سے بھی اسلام کے مخالف ہوگئے، اسلام کی اشاعت عام ہوجانے کے بعد کھل کر یہ.....لوگ مقابلہ نہیں کرسکتے تھے اور دشمنی کے اظہار سے بھی عاجز تھے اس لئے انہوں نے یہ چال چلی کہ ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا، اندر سے کافر تھے اورظاہر میں مسلمان تھے۔

ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا..................حضور اقدس ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے اوس اور خزرج نے عبداللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ بنانے اور اس کو تاج پہنانے کا مشورہ کیا تھا، سیدالعالمین ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی کی سرداری نہیں چل سکتی تھی اس نے اور اس کے ساتھیوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول کرکے اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرادیا اور اندر سے اسلام کی کاٹ میں لگے رہے۔

ان کے اس طریقۂ کار میں یہ راز پوشیدہ تھا کہ اسلام قبول کرنے پر جو منافع ہیں وہ بھی ملتے رہیں اور کنبے اور قبیلے سے باہر بھی نہ ہوں اور اہل کفر سے بھی گٹھ جوڑ رہے اور ان سے بھی فائدہ ملتا رہے۔

اور یہ بھی پیش نظر تھا کہ اگر العیاذ باللہ اسلام اور داعی اسلام ﷺ کا قیام او ربقاء زیادہ دیر تک نہ رہے تو حسب سابق پھر سرداری مل جائے گی، لہٰذا یہ اوپر سے مسلمان اور اندر سے کافر رہے اور اسلام اور داعی اسلام کی ناکامی کے انتظار میں رہنے لگے، مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم مؤمن ہیں اور اس طرح سے اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے تھے، اور خالص کافروں سے تنہائیوں میں ملتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

یہ لوگ اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے کیلئے نمازیں بھی پڑھتے تھے لیکن چونکہ دل سے نمازی نہ تھے اس لئے جماعتوں کی حاضری میں سستی کرتے تھے اور الکساتے ہوئے اوپر کے دل سے نماز پڑھتے تھے، جہادوں میں بھی شریک ہونے کیلئے ساتھ لگ جاتے تھے لیکن کبھی تو درمیان سے واپس آ گئے اور کبھی ساتھ رہتے ہوئے ہی مکروفریب کو کام میں لاتے رہے۔

حضرت سرورعالم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو تکلیفیں پہنچانے اور دل دکھانے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے، جھوٹی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں اور اسلام کے خلاف منصوبے بنا کر اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے والی باتیں کر کے صاف انکار کر جاتے تھے اور قسم کھا جاتے تھے کہ ہم نے تو نہیں کہا۔

ان لوگوں کے حالات سورت بقرہ کے دوسرے رکوع میں، اور سورت نساء کے رکوع ۲۱ میں، اور سورت منافقون میں اور سورت حشر میں بیان کئے گئے ہیں، اور سورت براءۃ میں خوب زیادہ ان کی قلعی کھولی گئی ہے۔

سیرت کی کتابوں میں ان لوگوں کے نام بھی لکھے ہیں کہ یہ کون کون تھے اور کس قبیلہ سے تھے۔ البدایہ والنہایہ اوائل کتاب المغازی ص ۳۳۶ ج ۳ تاص ۳۴۰ میں یہودی علماء اور احبار جنھوں نے اسلام اور داعی اسلام ﷺ کی کھل کر مخالفت اختیار کی اور خوب زیادہ دشمنی میں لگ گئے ان کے نام اور ان لوگوں کے نام جو یہودیوں اور اوس وخزرج میں سے منافق ہوئے تھے واضح طور پر ذکر کئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ مروت کا برتاؤ فرماتے رہے اور ان کی ایذاؤں کو سہتے رہے، آپ احسن اسلوب سے اپنی دعوت کو لے کر آگے بڑھتے رہے اور دین اسلام کو برابر ترقی ہوتی رہی۔ اس میں جہاں یہ حکمت تھی کہ شاید یہ لوگ مخلص مسلمان ہو جائیں وہاں یہ مصلحت بھی تھی کہ اگر ان کے ساتھ سختی کریں گے تو عرب کے دوسرے قبائل جو مسلمان نہیں ہوئے ہیں اور صحیح صورت حال انہیں معلوم نہیں وہ اسلام کے قریب آنے کے بجائے اور دور ہو جائیں گے اور شیطان ان کو یہ سمجھائے گا کہ دیکھو محمد (رسول اللہ ﷺ) کا اپنے ماننے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہے۔

بالآخر ایک دن وہ آیا کہ یہ لوگ سختی اور ذلت کے ساتھ مسجد نبوی سے نکال دیئے گئے جس کی تفصیل سیرت ابن ہشام (جلد ثانی کے اوائل) میں مذکور ہے" (ج ا ص ۴۲،۴۲)

درس حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ

مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

اور جو ظلم نیت اور عمل (دونوں) کے ساتھ ہو اس کی مثال قطع رحم ہے (یعنی رشتہ قرابت کو توڑنا) کیونکہ جب دو آدمی باہم قطع رحم کریں گے تو ہر ایک اس وعید کا مستحق ہوگا جو اس کے متعلق وارد ہے، اور یہ عذر نہیں چل سکتا کہ پہلے دوسرے نے قطع تعلق کیا تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے تصل من قطعك، تعطی من حرمك جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے ملو، جو تم کو نہ دے اس کو دو، اور رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو رحم نے عرض کیا کہ قطیعت (یعنی قطع تعلق) سے پناہ مانگنے والے کا ٹھکانا آپ ہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھ کو ملائے گا میں اس کو (اپنے سے) ملاؤں گا، جو تجھ کو قطع کرے گا میں اس کو (اپنے سے) الگ کردوں گا، کہا بیشک اے پروردگار! (میں اس پر راضی ہوں) فرمایا تو بس تیرے واسطے یہی ہے۔ اور جو ظلم نیت سے ہو اور (عمل سے نہ ہو مگر ظلم کا) سبب بنا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے ساتھ دھوکہ اور فریب کرنے کی کوشش کرے یا اس کو رنج دینا (اور تکلیف پہنچانا) چاہے، اگرچہ اس کو وہ تکلیف نہیں پہنچی جس کا اس نے قصد کیا تھا، کیونکہ نیت کا فاسد کرنا اور (ظلم کا) سبب بننا دونوں یکساں ممنوع (اور حرام) ہیں، خواہ کسی کو تکلیف پہنچے یا نہ پہنچے، تو یہ بھی انہی کے برابر ہے جن کا ذکر اوپر گزرا، کسی کا ظلم دوسرے سے کم نہیں، کیونکہ ہر ایک نے اپنے بھائی (مسلمان کو ایذاء دینے) کیلئے درپردہ ایسی کوشش کی جس سے شرعاً منع کیا گیا ہے یعنی نیت فاسد کی اور برائی کا سبب بنا، اسی لئے ان بزرگ علماء عاملین نے جن کو نور بصیرت عطا ہوا ہے گنہگاروں کی ذات سے بغض نہیں رکھا بلکہ وہ صرف ان کے افعال سے بغض رکھتے تھے جن سے شریعت نے منع کیا اور مذمت کی ہے اور گنہگاروں کی ذات پر ان کو ترس آتا تھا کہ تقدیر سے وہ ان گناہوں میں مبتلا ہو گئے اور اپنی ذات پر اندیشہ رکھتے تھے کہ مبادا ان کو یہ ابتلاء پیش نہ آ جائے (کیونکہ انبیاء کے سوا معصوم کوئی نہیں، ہر شخص کا ہر گناہ میں مبتلا ہو جانا محتمل ہے) پس یہ حضرات بغض بھی رکھتے تھے کیونکہ اس کا ان کو (شریعت کی طرف سے) حکم کیا گیا ہے اور ترس بھی کھاتے تھے

کیونکہ گنہگاروں کی سرشت ہی میں یہ گناہ رکھا ہوا تھا اور اس اندیشہ سے کہ کبھی خود ان میں مبتلا نہ ہو جائیں ڈرتے بھی تھے، اور اس (مضمون) پر تنبیہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله (کہ تم کو زنا کاروں پر حد قائم کرنے میں شفقت مانع نہ ہو) یعنی جو شفقت بوجہ ایمان کے تمہاری طبیعت میں پیدا ہوگئی ہے وہ تم کو ان حدود کے ضائع کرنے پر نہ ابھارنے پائے جن کے قائم کرنے کا تم کو مکلّف (و مامور) کیا گیا ہے (سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کی ذات پر شفقت کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس بات سے منع فرمایا ہے کہ شفقت کی وجہ سے حدود و احکام کو ضائع کیا جائے) اور (ان دونوں باتوں کے جمع کرنے کی) توفیق دینے والا اللہ ہی ہے۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

(قوله في الوجه الرّابع فاعلمهم انه استوجب ذٰلك بحرصه وقوله في الوجه الثّامن ويقى الكلام هنا على الظّلم المعنوى الى قوله والله الموفّق)

ف: یہ امراض قلوب ہی تو وہ ہیں جن کے ازالہ کا اہتمام صوفیہ کرام فرماتے ہیں اور اسی کیلئے مجاہدات کئے جاتے ہیں، کیونکہ فطری امور آسانی سے نہیں بدلا کرتے ''جبل گردد جبلت نگردد''۔

اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ تکبر، حسد، بغض، کینہ، فساد نیت وارادہ وغیرہ شرعاً حرام ہیں اور آیات واحادیث میں بکثرت ان پر وعید وارد ہے، پھر حیرت ہے کہ ان کے ازالہ کے طریق کا کس طرح انکار کیا جاتا ہے، اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو کہ بدوں اس طریق کے بھی جو صوفیہ نے بیان فرمایا ہے ان امراض کا ازالہ ہوسکتا ہے تو وہ بیان کرے، اور بتلائے کہ وہ کون سا طریقہ ہے، یقیناً وہ کوئی طریقہ نہ بیان کر سکے گا اور مجبوراً طریق صوفیہ کی تصدیق کرے گا۔

ف: الفاظ حدیث بظاہر عام ہیں مگر بالاجماع مراد خاص صورت ہے جبکہ قاتل ومقتول دونوں ناحق پر ہوں اور عمداً قتل پر آمادہ ہوئے ہوں کیونکہ اگر دو مسلمان طریقۂ جنگ سیکھنے کیلئے تلواروں سے مشق کر رہے ہوں اور غلطی سے ایک قتل ہو جائے تو یہ صورت وعید حدیث میں داخل نہیں بلکہ اس کو قتل خطا کہا جاوے گا، اسی طرح اگر ایک حق پر ہو اور دوسرا ناحق پر، مثلاً چور یا ڈاکو نے کسی کا مال چھیننے یا چرانے کیلئے حملہ کیا اور دوسرے نے اپنے مال کی حفاظت کیلئے مقابلہ اور مدافعت سے کام لیا تو اگر چور یا ڈاکو مارا گیا تو وہ بدترین مقتول ہوگا اور قاتل پر وعید نہ ہوگی اور دوسرا مارا گیا تو شہید ہوگا اور قاتل جہنمی ہوگا۔

اسی طرح اگر خلیفۂ اسلام سے کسی نے بغاوت کی اور بغاوت کی کوئی معقول وجہ نہیں اس صورت میں اگر خلیفۂ اسلام باغی کو قتل کردے تو قاتل پر کوئی الزام نہیں اور مقتول گنہگار ہے،اور اگر بغاوت کی معقول وجہ ہے اور باغی کے نزدیک خلیفۂ اسلام کی خلافت شرعاً صحیح نہ تھی اور خلیفۂ اسلام کے نزدیک اس کی خلافت شرعاً صحیح تھی اس صورت میں دونوں اس وعید میں داخل نہ ہوں گے جو یہاں مذکور ہے، جیسا حضرات صحابہ کرام میں باہم جنگ ہوئی ہے اور دونوں جماعتیں شہادت حدیث کے مطابق جنتی تھیں تو ان کا قتال عموم حدیث کے تحت میں داخل نہ تھا۔غرض حدیث میں قتال کی وہ خاص صورت مراد ہے جبکہ قاتل ومقتول دونوں نے ایک دوسرے کے قتل کا ارادہ محض ظلم اور تعدی کی وجہ سے بدوں کسی حق یا تاویل وشبہ کے کیا،خوب سمجھ لو (وھذا التفصیل ممّا قد نبّه علیه الشّارح وانّما ذکرناہ فی الفوائد لخروجه عما نحن بصددہ من مسائل التصوف ولم نر بدًا من التّنبیه علیه لکونه من مزال الاقدام ۱۲)

ملفوظ حضرت ترمذی قدس سرہ

فرمایا کہ: حضرت مدنیؒ اپنے متوسلین کو فرماتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ دیکھا کرو مکتوبات ملفوظات پڑھا کرو۔اور فرماتے کہ حضرت تھانویؒ کو میں اپنے بڑوں میں سمجھتا ہوں۔حضرت مدنیؒ چار بھائی تھے،سید احمدؒ، حسین احمدؒ،صدیق احمدؒ،محمود احمدؒ،محمود احمدؒ کے بیٹے ہیں حبیب احمد میں ان کے ساتھ مدینہ منورہ میں پڑھتا رہا ہوں۔ حضرت مولانا سید احمد کی بیٹی حضرت مولانا محمود احمد کے لڑکے مولانا حبیب احمد کے گھر تھی،حضرت مولانا صدیق احمد صاحب یہ استاد بھی تھے حضرت مدنیؒ کے،سب سے زیادہ فیض حضرت مدنیؒ کا پھیلا لیکن تصوف میں جو قدم رکھتا ہے وہ حضرت تھانوی کی تعلیمات وتصنیفات کے بغیر نہیں چل سکتا۔حضرت مدنیؒ آخر عمر تک پڑھاتے رہے لوگ حضرت مدنیؒ کی سیاست بیان کرتے رہتے ہیں لیکن جو علمی کمالات ہوتے ہیں وہ کوئی نہیں بیان کرتا،علمی کمالات مخفی ہوگئے ہیں،دنیا دار لیڈروں کی طرح تعارف نہیں ہونا چاہئے،ان حضرات کا تعارف علمی رنگ میں ہونا چاہئے ادب آداب کا خاص خیال ہونا چاہئے۔

محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

○ فرمایا اگر کسی سے عقیدت اور محبت ہو تو اس کے ساتھ خواہ اختلاف ہو جائے مگر خلاف نہ ہونا چاہئے۔

○ فرمایا دین سے کامل مناسبت بزرگوں کی صحبت ہی سے ہوتی ہے، کتابوں سے نہیں ہوتی، اسی وجہ سے کسی نے کہا

جملہ اوراق وکتب درنارکن سینہ راازنورحق گلزار کن

○ فرمایا میں حیدرآباد گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ بہت ہی تکلفات کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ تکلف کرتا ہوں تو تکلیف ہوتی ہے نہیں کرتا تو بدتہذیب سمجھا جاتا ہوں، میں نے ایک لطیفہ کیا یعنی اس کا اعلان کر دیا کہ ہم بھی مہذب ہیں مگر تہذیب کی قسمیں ہیں ایک یہاں کی تہذیب ہے مگر میں چونکہ اس سے ناواقف ہوں اس واسطے میں تھانہ بھون کی تہذیب برتوں گا، بس ہم اپنی اصلی حالت پر رہے حتیٰ کہ حاضرین فرش پر بیٹھے رہے اور میں چارپائی پر بیٹھ گیا اور کہہ دیا کہ تھانہ بھون کی یہی تہذیب ہے، ہم ہر حال میں مہذب ہی رہے۔

○ فرمایا اگر قرآن شریف میں موجودہ سیاست کو داخل کیا جائے تو پھر لازم آتا ہے قرآن مجید کو کفار نے جمہور علماء سے بلکہ صحابہ وتابعین سے زیادہ سمجھا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، اصل یہ ہے کہ قرآن کا سمجھنا عمل کی برکت سے ہوتا ہے اس لئے ان حضرات نے زیادہ سمجھا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا میرے خیال میں ہے کہ قالب تو ہو نیا اور قلب ہو پرانا (یعنی عقائد اور طرز تو سلف کا ہو باقی تدبیرات بوجہ ضرورت خواہ وقتیہ ہوں مگر حدود کے اندر ہوں)

○ فرمایا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جو غار ثور میں چھپے حالانکہ وہ بالکل مکہ مکرمہ کے قریب ہے اور ایسی حالت میں ظاہراً دور جا کر چھپنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس سے ایک تدبیری مسئلہ نکلا کہ مصلحت یہی ہے کیونکہ ایسے شخص کو عادۃً دور ہی ڈھونڈا کرتے ہیں۔

- ایک شخص نے سوال کیا کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ بزرگوں کے دیکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا بظاہر تو اس کی کوئی سند نہیں، ہاں شاید اس حدیث سے کہتے ہوں کہ خیار عباد اللّٰہ الّذین اذا رأوا ذکر اللّٰہ، جب ان کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی یاد عبادت ہے اور عبادت سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ بزرگ اس کا سبب بنے، واسطہ ثواب کو سبب کی طرف منسوب کر دیا۔
- فرمایا عراقی نے احادیث احیاء العلوم کی تخریج کی ہے، بجز بعض قلیل حدیثوں کے باقی سب کا مخرج بیان کیا ہے۔
- فرمایا اہل تاریخ کے نزدیک آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال ہوئے ہیں اور بعض روایات کی بناء پر قیامت اب بالکل قریب ہے۔
- فرمایا بزرگوں کی صحبت سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اس سے ایسا علم حاصل ہو جاتا ہے جو عمل کا داعی ہو جاتا ہے، اور احوال وکیفیات پیش آنا صحبت کا اصل ثمرہ نہیں بلکہ احوال اور کیفیات تو اکثر کم عقلوں کو زیادہ پیش آتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ حالات اکثر یکسوئی سے پیدا ہوتے ہیں اور کم عقل میں یکسوئی زیادہ ہوتی ہے اور عقلمند کو ہر امر میں متعدد احتمالات پیدا ہوتے رہنے سے اس کا ذہن چاروں طرف دوڑتا رہتا ہے، وہ حالت ہوتی ہے فی کلّ واد یھیمون، البتہ اگر قوی حال غالب آ جاوے تو وہ مستثنیٰ ہے۔
- فرمایا مجھ کو اپنی حالت پر کبھی ناز اور تکبر نہیں ہوا اس وجہ سے کہ خدا جانے قیامت میں کیا معاملہ ہوگا، بس یہ ایک ہی خیال عصاء موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جو سب کو نگل جاتا ہے۔
- فرمایا قیامت میں بہت سے عالم جو تدقیقات کے خوگر ہیں تمنا کریں گے کہ کاش ہم اس اعرابی جیسے ہوتے کہ اس کا ایمان صحیح نکلا۔
- فرمایا اکثر غیر مقلدی کے لوازم سے ہے سلف کے ساتھ بدگمانی اور پھر بدزبانی، ان کو یہی گمان رہتا ہے کہ سلف نے بھی حدیث کا خلاف کیا۔
- فرمایا جب کسی پر حقیقت ظاہر ہو جاوے پھر تو قبول ہی کر لینا چاہئے گو رائے کے خلاف ہی ہو۔
- فرمایا مولوی احکام داں کو کہتے ہیں عربی داں کو نہیں کہتے، عربی داں ابوجہل بھی تھا مگر لقب تھا ابوجہل نہ کہ عالم۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

تحکیم کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فریقین کی رضامندی سے حکم شرعی اور قواعد تحکیم سے واقف کسی شخص کے شرعی فیصلہ پر رضامند ہونا ''تحکیم'' ہے، اور فیصلہ سے پہلے ہر شخص کو (فریقین میں سے) ثالثی سے انکار کرنے کا حق شرعاً حاصل ہے۔ اور اگر فیصلہ خلاف شرع ہو تو انکار کرنا بھی درست ہے، کسی (ثالث) کو جبر کرنے کا حق نہیں کہ مجھ سے ہی فیصلہ کراؤ، فریقین کی رضامندی اور صواب دید پر یہ موقوف ہے کہ جس واقف حکم شرع سے چاہیں متفق ہو کر فیصلہ کرالیں، فیصلہ ہونے تک دونوں کا فیصلہ کرانے پر متفق ہونا ضروری ہے، البتہ فیصلہ کے بعد کسی فریق کو فیصلہ سے انکار وانحراف جائز نہیں، جب تک اس فیصلہ کا شرع کے خلاف ہونا ثابت نہ ہو جائے۔

قواعد شرع اور اصول تحکیم کے موافق جو ثالثی فیصلہ ہوگا وہ واجب التسلیم اور مثل قاضی کے شرعی فیصلہ ہوگا، والحکم کالقاضی کے یہی معنی ہیں کہ ثالث کے فیصلہ کو قاضی کے فیصلہ کی طرح تسلیم کرنا واجب ہے مگر قاضی کو حکومت کی طرف سے قوتِ تنفیذ حاصل ہے، وہ جبراً اپنا فیصلہ نافذ کرنے کا اختیار رکھتا ہے، بخلاف ثالث کے کہ اس کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے، وہ صرف حکم بتلاتا ہے، جبراً نافذ نہیں کر سکتا۔

اسی لئے بعض امور میں ثالثی جائز ہی نہیں، مثل حدود وقصاص کے کہ ان کے نفاذ پر حکومت کے سوا کوئی قادر نہیں اور تعزیر شرعی میں بھی اگر قانونِ حکومت مانع ہو تو اس میں بھی ثالث کو قانون کے خلاف حکم جاری نہیں کرنا چاہئے کہ وہ حکم نافذ نہ ہو سکے گا اور ثالث پر مواخذہ کا خطرہ ہوگا، اس سے بچنا بھی لازم ہے۔ اس زمانے میں اکثر مشہور مقامات پر تحکیم شرعی کی صحیح حیثیت سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کو بالکل قاضی کے حکم کی طرح ہر معاملہ میں سمجھتے ہیں اور حکم وثالث ایسے معاملات میں بھی بنالیا جاتا ہے جن میں شرعاً ثالثی کی اجازت نہیں ہوتی۔

دوسرے حکم وثالث خود کو با اختیار حاکم کی طرح سمجھنے لگتا ہے اور ''عدالت شرعیہ'' کا نام دے کر

لوگوں کو دھوکہ دینے لگتا ہے کہ یہ بھی با اختیار ادارہ ہے کہ اس سے روگردانی کرنی شرعاً جائز نہیں ہے اور فریقین میں سے کوئی فیصلہ کے لئے حاضر نہ ہو تو اس پر جبر کیا جاتا ہے، اس کو نوٹس دیا جاتا ہے حالانکہ شرعاً اس کا ثالث کو کوئی حق نہیں ہے۔ فیصلہ سے پہلے ہر فریق کو فیصلہ کرانے سے انکار کا حق ہے اب فریقین کی مرضی کے بغیر اس کو فیصلہ کرانے پر مجبور کرنا اس کے شرعی حق میں مداخلت کرنا اور رکاوٹ ڈالنا ہوگا، جو کہ نا جائز ہے، مگر اچھے اچھے لکھے پڑھے لوگ اس میں مبتلاء ہیں اور مشہور مقامات پر یہ ظلم کیا جا رہا ہے کہ فریقین کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ فیصلہ ہمارے ہی سے کرائیں اور جو فریق حاضر نہیں ہوتا اس کو حاضر کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے جاتے ہیں اور طرح طرح سے مطعون کیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ ثالثی کی شرعی حیثیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

اور اس میں اکثر یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ ہماری حیثیت مثل قاضی کے ہے اور ہمارے فیصلے کی جگہ "شرعی عدالت" ہے، حالانکہ ثالث نہ ہر حکم میں مثل قاضی کے ہوتا ہے، اور نہ فیصلہ کے مقام کی حیثیت شرعی عدالت کی ہے، فیصلہ ہونے سے پہلے ہر وقت اس سے انکار کرنا شرعاً جائز ہے۔ اور فیصلہ کے بعد بھی اس کا جبری نفاذ ثالث کے اختیار میں نہیں ہے اور یہ بالکل ظاہر اور مسلم ہے، مگر یہ لوگ عوام مسلمانوں سے ان کی بے علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو باور کراتے ہیں کہ ہماری عدالت "شرعی عدالت" ہے، اس کے وہی احکام ہیں جو شرعی عدالت کے ہوتے ہیں۔ یہ بالکل دھوکہ اور فراڈ ہے، کیونکہ شرعاً اس کی حیثیت صرف ثالثی کی ہے، اس کو "عدالت عالیہ شرعیہ" ظاہر کر کے خواہ مخواہ مسلمانوں کو غلط راہ پر ڈالنا اور ان کی ناواقفیت سے غلط طور پر فائدہ اٹھانا ہے۔ البتہ فریقین کی رضامندی سے ثالثی کے شرائط کے ساتھ ثالث کے شرعی فیصلہ کو تسلیم کرنا واجب ہے، فیصلہ کے بعد اس سے کسی فریق کا انکار کرنا نا جائز ہے، اب فریقین کے لئے اس کو تسلیم کرنا شرعاً ضروری ہے۔

اس تفصیل سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی ہوگی جو ہر معاملہ میں ثالثی کو جائز سمجھتے ہیں یا خود کو مثل قاضی کے جبری فیصلہ کا حق دار تصور کر کے فریقین یا ایک فریق کو نوٹس جاری کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں یہ بالکل خلاف شرع ہے، اگر فریقین اپنی رضامندی سے معتبر شرائط کے ساتھ کسی کو ثالث بنالیں اور وہ شرعی قواعد کے تحت فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ شرعی ہوگا، اور اس کا تسلیم کرنا واجب ہوگا، مگر خواہ مخواہ کسی شخص کا فریقین کی رضامندی کے بغیر خود ثالث بنالینا اور اس کو "عدالت شرعیہ" قرار دے دینا اور

لوگوں کو جبری نوٹس جاری کرنا اصولِ تحکیم کے خلاف اور نا جائز ہے۔

یہ اس غلطی کی اصلاح کے لئے عرض کیا گیا ہے جو عام طور پر معاملۂ تحکیم میں پیش آ رہی ہے کہ حَکَم خود کو حاکم با اختیار اور (خود کو) مطلق العنان سمجھتے ہیں اور جبراً فیصلہ کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں، کسی معاملہ میں فریقین کو کسی عالم، متقی، واقفِ احکامِ شرعیہ کے ثالث بنانے کی ترغیب دیں اور شرعی فیصلہ کرنے کی بقدرِ استطاعت کوشش کرنی مأمور بہ ہے، وتعاونوا علی البر والتقوی مگر فریقین کی رضامندی کے بغیر کسی خاص جگہ کے لئے کسی فریق کو مجبور کرنا اور کسی خاص جگہ کا حق سمجھنا نا جائز ہے اور تعدی حدود اللہ میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے تمام معاملات کو احکام شرعیہ کے مطابق حل کرانے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین فقط

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ الاحقر السید عبدالشکور الترمذی

المبتلٰی بالفتوٰی بالجامعۃ الحقانیۃ

فی ساھیوال من توابع سرجودھا

۲۷/ شعبان المعظم ۱٤۱۸ھ

ملفوظ حضرت ترمذی قدس سرہ

فرمایا کہ: حکومت نے تعلیمات اسلام بورڈ بنایا تھا۔ اس میں علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید سلیمان ندوی کو بھوپال سے بلایا گیا، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بھی تھے چار سال تک کام کیا فرماتے تھے کہ اس میں ہر وقت جیب میں ہے کہ کام دین کا سمجھ کر کرنا ہے (مولانا احتشام الحق کو بھیجا اور سید صاحب کو بلایا، سید صاحب کو اسلامی بورڈ کا صدر بنانا تھا) لیاقت علی نے ایک بیان دیا جو بورڈ کے خلاف تھا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی جو اراکین میں سے تھے تردیدی بیان دیا زبردست تردید کی کہ لیاقت علی غلط کہتا ہے۔

حضرت مولانا علامہ عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ
مرسلہ: مولانا محبوب احمد سرگودھا

اعمال عاشوراء (قسط ۱)

عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں، یہ دن اسلام سے پہلے بھی معظم و محترم تھا، یہود و نصاریٰ بھی اس کی عظمت کرتے تھے اور کفار قریش بھی اس کو مانتے تھے، اسلام نے بھی اس کی عظمت سابقہ کو قائم رکھا بلکہ اور کچھ زیادہ کر دیا۔

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں اس دن کی عظمت اس وجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے طفیل میں تمام بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجۂ ظلم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہائی عطا فرمائی تھی اور فرعون کو اور آل فرعون کو دریا میں غرق کر دیا تھا۔ یہ مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں ہے۔

کفار قریش اس دن کی عظمت اس سبب سے مانتے تھے کہ کعبہ مکرمہ کی پوشش ابتداءً جب تیار ہوئی اور پہنائی گئی تو وہ یہی مبارک دن تھا۔ یہ مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات میں ہے۔

علاوہ مذکورہ بالا اسباب عظمت کے اور اسباب بھی روایات میں وارد ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اس دن قبول ہوئی تھی، اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اسی دن لگی تھی، اور حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ اسی دن مقبول ہوئی تھی، حضرت ابراہیم اور حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام اسی دن پیدا ہوئے تھے، مگر ان مضامین کی روایتیں اس درجہ صحت میں نہیں پہنچیں بلکہ بعض مشکوک ہیں حتیٰ کہ اکابر محدثین کی ایک جماعت نے ان کی صحت سے قطعی انکار کیا ہے و اللہ اعلم۔

اسلام سے پہلے اس دن کے ساتھ کیا عظمت کا برتاؤ کیا جاتا تھا اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ و نیز کفار قریش اس دن کو عید کا دن سمجھتے تھے اور اس میں اپنی ہر امکانی زیب و زینت و آرائش سے اپنے کو آراستہ کرتے تھے اور اس دن روزہ رکھتے تھے، خاص کر یہود کو اس دن کے روزہ کا سخت تر اہتمام تھا۔

اسلام نے اس دن کے ساتھ کیا عظمت کا برتاؤ تجویز کیا اس کے معلوم کرنے سے پہلے ایک سرسری نظر اس امر پر ڈالنا چاہئے کہ اسلام نے زمانہ کے کسی جز کو خواہ دن ہو یا رات اگر معظم و محترم

قرار دیا ہے تو اس کے ساتھ کس برتاؤ کا حکم دیا ہے، تتبع سے ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ اسلام نے کسی دن کی عظمت کے اظہار کا طریقہ عبادت الٰہی سے خالی نہیں رکھا، عیدین کے دن ہیں تو ان میں اگر زینت وتجمل کا حکم دیا ہے تو نماز بھی واجب کردی ہے، قربانی بھی لازم قرار دی ہے۔ جمعہ کا دن ہے اس میں بھی غسل وتزئین کے ساتھ ایک خاص نماز بھی فرض فرمائی ہے، لیلۃ القدر میں بھی اس کی رعایت ملحوظ ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ کسی میں عبادت کے ساتھ زیب وزینت کی بھی تاکید فرمائی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب دیکھئے کہ یوم عاشوراء کی عظمت کے اظہار کیلئے حضرت شارع علیہ السلام نے کیا طریقہ مقرر فرمایا اور کن کن اعمال کا حکم دیا۔

واضح رہے کہ شریعت قادسہ نے اس دن کیلئے دو اعمال تجویز کئے ہیں:

اول روزہ دوم توسع علی العیال

ان دو اعمال کے سوا اور اعمال کا ذکر جن روایات میں ہے ان روایات کی بابت اکابر محدثین نے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے، نہ کوئی خاص نماز اس دن کیلئے صحت کو پہنچی ہے اور نہ اس دن زینت کا حکم کسی صحیح حدیث میں دیا گیا ہے۔

ان دونوں اعمال کے سوا اور اعمال کا ارتکاب جو لوگ اس دن میں کرتے ہیں وہ شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں یا انہوں نے شارع علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کو اپنا شارع بنایا ہے وماجاء بعد الحق الا الضّلال۔

روزہ

اس کا حکم جن روایات میں ہے وہ صحت کے اعلیٰ درجہ میں ہیں، روزہ اس دن کا پہلے فرض تھا مگر فرضیت رمضان کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی، سنت اب بھی ہے اور بڑے بڑے فضائل اس روزہ کے صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ جامع ترمذی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

صیام یوم عاشوراء انّی احتسب علی اللّٰہ ان یکفّر السّنۃ الّتی قبلھا

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز عاشوراء کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔

محدثین نے لکھا ہے کہ صغیرہ گناہوں کیلئے کفارہ بن جانا تو متیقن ہے اور کبیرہ کیلئے بھی امید

رکھنا چاہئے۔

چونکہ یہ روزہ یہود میں رائج تھا لہذا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میں سال آئندہ میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا، یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ ان کی (یہود کی) مشابہت سے بچنے کیلئے جو شخص عاشوراء کے روزہ کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ ایک روز قبل یا ایک روز بعد بھی روزہ رکھ لے، قبل افضل ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ وہ عاشوراء کا روزہ نہ رکھتے تھے، ایک شخص نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے یہ روزہ تھا پھر متروک ہوگیا، فقط۔

لیکن یا تو متروک ہوجانے سے نسخ فرضیت مراد ہے یا حضرت ابن مسعود کی عدم واقفیت پر محمول ہے۔

توسع علی العیال

یعنی اس دن اپنے متعلقین کے کھانے پینے میں وسعت کرنا، معمول سے زائد کچھ چیزیں کھانے پینے کی مہیا کردینا۔

توسع کی فضیلت جن احادیث میں آئی ہے ان کی بابت محدثین کا اختلاف ہے، بعض موضوع کہتے ہیں، بعض حسن، ابن حبان وغیرہ حسن کہنے والے ہیں اور ابن جوزی، ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہم موضوع کہنے والوں میں ہیں، مگر تحقیق یہ ہے کہ ان روایات کا رتبہ حسن وغیرہ سے کم نہیں اور حسن لغیرہ حجت ہے جیسا کہ اصولِ حدیث میں ثابت ہے۔

توسع کی فضیلت میں سنن بیہقی کے الفاظ ہیں:

من وسّع علی عیاله واهله یوم عاشوراء وسّع اللّٰہ علیه

یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص عاشوراء کے دن اپنے متعلقین اور بال بچوں کے کھانے میں وسعت کرے اللہ اس پر تمام سال وسعت رکھے گا۔

(جاری ہے)

خطاب: حضرت مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہم فیصل آباد
ضبط و تلخیص: مولانا محمد اصغر صاحب

پاکستان کے فیصلہ کن حالات اور دینی حلقوں کی ذمہ داریاں

۱۲ نومبر ۲۰۰۷ء کو مولانا محمد زاہد صاحب نائب صدر جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد نے جامعہ کے فضلاء کے اجتماع سے خطاب کیا، اس خطاب کے اس وقت کے ملکی حالات سے متعلق حصے کی تلخیص مولانا محمد اصغر صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ امدادیہ نے کی ہے، عمومی فائدے کے پیش نظر یہاں اسے نذر قارئین کیا جارہا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس وقت ہمارا ملک بلکہ پورا عالم اسلام اور پوری دنیا بڑے عجیب وغریب حالات سے گزر رہی ہے، تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں اور تبدیلیاں بھی فیصلہ کن، خاص طور پر عالم اسلام میں اور عالم اسلام کے چند اہم ملکوں میں جن میں شاید سرفہرست ہمارا وطن عزیز پاکستان ہے۔

ہم امت مسلمہ کا ایک حصہ ہونے کے ساتھ پاکستان کے شہری بھی ہیں اور یہ ملک ہمارا گھر ہے، جو حضرات دین کے کام سے وابستہ ہیں وہ ہماری برادری ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے ہم ان کا بھی ایک حصہ ہیں، اس لئے ہم کبھی بھی اپنے آپ کو امت، پاکستان اور دینی حلقوں کے مسائل سے الگ نہیں رکھ سکتے اور بے فکر بھی نہیں رہ سکتے، جو کام کسی بھی میدان میں ہورہا ہے چاہے وہ ملکی سطح پر ہو، عالم اسلام کی سطح پر ہو یا دینی حلقوں کی سطح پر ہم اپنے آپ کو اس سے لاتعلق نہیں رکھ سکتے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ من لم یھتم بامر المسلمین فلیس منھم حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں فکرمند نہیں ہوتا، بے فکری اور بے حسی کا شکار رہتا ہے جیسے پنجابی میں کہتے ہیں "سانوں کی" (ہمیں کیا) وہ مسلمانوں میں شمار کئے جانے کے قابل نہیں، ہماری بحیثیت مسلمان اور بحیثیت انسان یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہماری نظر میں ہو کہ کیا ہو رہا ہے اور ان حالات میں ہمارے کرنے کا کیا کام ہے، خاص طور پر اس حیثیت سے کہ اللہ جل جلالہ نے ہمیں اپنے دین کے کسی نہ کسی کام سے وابستہ کیا ہوا ہے اور کسی نہ کسی حد تک ہماری بات سنی اور مانی جاتی اور اس کا اثر ہوتا ہے، کسی کا زیادہ اور کسی کا کم، اس لئے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہمیں حالات کا علم ہو اور حالات پر ہماری مکمل نظر ہو کہ کیا ہو رہا ہے اور ہمارے کرنے کا کیا کام ہے، کام کرنے کے کئی میدان ہوتے ہیں، کئی پہلو اور کئی رخ ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ سب کے سب ایک ہی انداز کے کام میں لگے ہوں، لیکن بہرحال ملت اور امت

اور خاص طور پر اپنے ملک کے حالات کے بارے میں فکرمندی اور اپنے دائرے کے اندر رہتے ہوئے، اپنے کام کی نوعیت برقرار رکھتے ہوئے حالات کی بہتری کیلئے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

اس وقت ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں پوری امت کیلئے بالعموم اور دین کا کام کرنے والوں کیلئے بالخصوص فیصلہ کن لگ رہے ہیں، حالات یا آگے جائیں گے یا اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے ریورس گیر لگ سکتا ہے، ان حالات میں کیا کرنا چاہیے اور کس طرح کرنا چاہیے یہ ایک ایسی بحث ہے کہ اس میں ایک سے زیادہ آراء ہوسکتی ہیں، اور یہ آراء کا تنوع ہمیشہ مفید ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ ہو بعض اوقات متضاد پالیسیاں ہوتی ہیں اور متضاد آراء ہوتی ہیں، ہر کوئی اپنے اپنے طریقے پر چل رہا ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ اس میں خیر پیدا فرمادیتے ہیں۔ آپ اپنی گھڑی کو کھول کر دیکھیں اس میں کچھ گراریاں دائیں سے بائیں اور کچھ بائیں سے دائیں چل رہی ہوں گی، لیکن بحیثیت مجموعی ساری گراریاں مل کر جو نتیجہ دے رہی ہوتی ہیں وہ ایک ہوتا ہے اور وہ ہے وقت بتانا تو یہ آراء کا تنوع، طریقہ کار کا تنوع ہمیشہ فائدہ مند رہا ہے اور اسی کو کہا گیا ہے کہ اس امت کا اور علماء کا اختلاف رحمت ہے، مغربی دنیا خاص طور پر اس پر بڑا فخر کرتی ہے کہ ہمارے معاشرے کے اندر تنوع آراء کا بڑا احترام کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں diversity ہے، pluralism ہے لیکن وہ یہاں تک صدیوں کے دھکے کھانے کے بعد پہنچے ہیں اور ہمیں یہ بات ابتداء ہی سے سمجھادی گئی تھی کہ سب کے سب ایک ہی کھینچی ہوئی لکیر پر چل رہے ہوں یہ کوئی ضروری نہیں، بلکہ بہت سی جگہوں پر تنوع اور تعدد آراء کی گنجائش رکھی گئی ہے، کہ پالیسیوں اور طرز عمل میں آراء کا اختلاف اور تنوع اگر ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ ہو تو بظاہر بالکل مختلف رخ بھی نظر آرہے ہوں تب بھی بحیثیت مجموعی امت کو، معاشرے کو، دین کو اور دین کے کام کو فائدہ ہی پہنچتا ہے۔

میں صرف ایک چھوٹی سی بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت یوں لگ رہا ہے کہ جیسے ہمارا ملک خاص طور پر ایک خاص حوالے سے فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے، دو راستوں میں سے ایک اختیار کرنا پڑے گا، یہ ملک یا صحیح راستے پر چڑھے گا یا غلط راستے پر، لیکن جس راستے پر ایک دفعہ چڑھ گیا اس سے ہٹانا انتہائی مشکل ہوگا، یہ وقت فیصلہ کن ہے اور جس طرف کو گاڑی چل پڑی بظاہر اسی طرف چلتی رہے گی، اس میں ہمارا وزن کس جانب ہونا چاہیے، دو راستے ہیں ایک راستہ تو یہ ہے کہ اس ملک

کے اندر عوام کی آواز کو تسلیم کیا جائے، ہمارا دستور و آئین یہ کہتا ہے کہ اس ملک کے اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعد اس ملک کی قسمت کے مالک باہر سے یا اندر سے مسلط کئے ہوئے چند افراد نہیں بلکہ اس ملک کے عوام ہیں، یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ یہاں کے شہری سب کے سب انسان ہیں اور انسان ہونے کے ناطے ان کے کچھ حقوق ہیں جنہیں شہری حقوق کہا جاتا ہے، شہری حقوق اور شخصی آزادیوں کی ضمانت عملاً نظر آئے، ''وسیع تر قومی مفاد'' نامی کسی چڑیا کے کہنے پر یا کسی بھی بہانے سے ان پر جبر کرنے اور قدغنیں لگانے کا اختیار کسی کو نہ ہو، کہ آپ یہ کہہ سکتے ہو یہ نہیں، آپ یہ لکھ سکتے ہو یہ نہیں، بہت واضح اور معقول وجہ کے بغیر کسی کو بات کہنے سے روکا نہ جا سکے تم نے یہ کیوں لکھا ہے، تم نے یہ کیوں کہا ہے، فلاں جگہ پر تم جمع کیوں ہوئے تھے، فلاں پارٹی کے ساتھ تمہاری وابستگی کیوں ہے، اس طرح کی پابندیاں لگانے کے بجائے ان معاملات میں آزادی ہو۔

یہ باتیں ہمیں ذرا تھوڑی سی اجنبی لگتی ہیں، اجنبی اس لئے لگتی ہیں کہ پچھلی چند صدیوں سے ان باتوں کی مغرب نے رٹ لگائی ہے اور اپنے ہاں انہوں نے اپنے عوام کو ایک بڑی حد تک یہ حقوق اور آزادیاں دے رکھی ہیں، جس طرح کی ایجنسیاں اور قوانین یہاں چلتے ہیں اور جس طرح کی پابندیاں یہاں لگتی ہیں کسی مغربی ملک برطانیہ، امریکا اور یورپ کے کسی ملک میں یہ آسان کام نہیں ہیں، اگر وہاں اس طرح کی کوئی چھوٹی سی بھی بات ہو ایک طوفان کھڑا ہو جاتا ہے، لاکھوں لوگ سڑکوں پہ نکل آتے ہیں، اور آپ جانتے ہیں کہ چند سال پہلے بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پہ لاکھوں لوگوں کے مظاہرے ہوئے، لاکھوں لوگ باہر نکلے، انہوں نے اپنے ہاں ان چیزوں کو منوالیا ہے، تو چونکہ یہ انہوں نے اپنے ہاں منوالیا ہے، اپنے ہاں روبعمل لائے ہیں اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ شاید یہ چیزیں ان کی ہیں، یہ باتیں اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رکھتیں، یہ بات درست نہیں ہے۔ آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد سنا ہوگا کہ ''تم نے لوگوں کو غلام کب سے سمجھنا شروع کر دیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا'' جو انسان پیدا ہوتا ہے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزادی ساتھ لے کر آتا ہے، فطری طور پر وہ آزاد ہوتا ہے، آپ کسی کو کسی معاملے میں جکڑنا چاہتے ہیں تو جکڑنے کی کوئی معقول وجہ ہونی چاہیے، کسی کو آزاد رہنے کی وجہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً میں کوئی کام کر رہا ہوں آپ مجھے روکنا چاہتے ہیں تو آپ وجہ بتائیں کہ آپ کیوں روکنا چاہتے ہیں، میں اس چیز کا پابند نہیں ہوں کہ آپ چونکہ

اس ملک کے حاکم ہیں، آپ ڈی سی ہیں، آپ تھانیدار ہیں اس لئے پہلے میں آپ کو قائل کروں کہ میں یہ کام کیوں کرنا چاہتا ہوں نہیں میری مرضی، میں آزاد ہوں، یہ میرا حق ہے، آپ اگر روکنا چاہتے ہیں تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ مجھے بتائیں اور سمجھائیں کہ آپ مجھے کیوں روکنا چاہتے ہیں، پیدائشی آزادی کا یہی مطلب ہے کہ کسی کو کسی چیز سے روکنے کیلئے وجہ درکار ہے، کرنے کیلئے نہیں۔ مغرب نے اپنے ہاں شہری آزادیوں کو نافذ کیا ہے اور یہ بات یاد رکھیں کہ مغرب نے صدیوں کی جدوجہد سے جو یہ مقام حاصل کیا ہے اور یہاں تک پہنچا ہے یہ ہمارے لئے نہیں ہے بلکہ صرف گوروں کیلئے ہے اور ہمیں اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے کہ یہ ان کی صدیوں کی جدوجہد ہے جو انہوں نے اپنے لئے کی ہے، ہم جدوجہد کریں گے تو اپنے لئے کریں گے، انہوں نے ایک چیز حاصل کی ہے تو وہ اپنے لئے حاصل کی ہے، ہم یہ چاہیں کہ مغرب چونکہ ان شہری آزادیوں کو تسلیم کرتا ہے، وہاں امریکا، برطانیہ میں پائی جاتی ہیں تو اسی معیار کی یہ آزادیاں امریکا، برطانیہ وغیرہ اسلامی ملکوں میں ہمیں دلوادے گا اس کی توقع رکھنا فضول ہے، اپنے گھر خود بنانے پڑتے ہیں، اگر آپ کے ہمسائے نے اچھا گھر بنالیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آپ کا گھر بھی خوبصورت بنادے گا، یہ چیز ہمیں خود اپنی محنت سے حاصل کرنا ہوگی۔

اس کیلئے آزاد اور مضبوط ریاستی ادارے ناگزیر ہوتے ہیں چاہے وہ پارلیمنٹ اور مقننہ ہو، انتظامیہ ہو یا عدلیہ ہو، خاص طور پر عدلیہ آزاد ہو۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ الیکشن کے دنوں میں انڈیا کے اندر الیکشن کمیشن کی اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وزیراعظم تک اس سے تھرتھر کانپ رہا ہوتا ہے، اندرا گاندھی نے اپنے ایک الیکشن میں اپنی سرکاری حیثیت کو استعمال کرلیا تھا تو وہاں کی عدالتوں نے الیکشن کالعدم قرار دے دیا تھا، عدالتوں کی آزادی انتہائی ناگزیر ہوتی ہے۔ امریکی انتظامیہ نے کیوبا، گوانتانا موبے کے قیدیوں کے بارے میں یہ چاہا کہ ان پر صرف فوجی قانون لاگو ہو، امریکا کا عام قانون ان پر لاگو نہ ہو، اس پر بہت زور لگایا لیکن امریکہ کی سپریم کورٹ نے اسے نہیں چلنے دیا، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ عام لوگوں کو جتنا اعتماد برطانیہ، امریکا کی عدالتوں پر ہے اتنا اعتماد پاکستان بلکہ کسی بھی اسلامی ملک کی عدالتوں پر نہیں ہے، کیونکہ آزاد اداروں کا تصور، شہری حقوق اور شخصی آزادیوں کو تسلیم کیا جانا، اس طرح کی باتیں ہمارے معاشرے میں فکری عیاشی سمجھی جاتی ہیں، عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک فکری عیاشی ہے، اس کا ہماری روٹی سے کوئی تعلق ہے نہ پہناوے سے اور نہ ہماری بنیادی ضرورتوں سے ہے، لیکن یہ بات درست

نہیں، یہ چیزیں کسی بھی معاشرے کیلئے بنیادی حیثیت کی حامل ہوتی ہیں، جب تک یہ چیزیں حاصل نہ ہوں اس وقت تک قومیں ترقی نہیں کرتیں، بے شک سڑکیں اچھی بن جائیں، جال بچھ جائیں، سڑکوں پر پل بن جائیں، یہ صرف ظاہری ترقی ہے اصل ترقی انسانی، سیاسی اور سماجی ترقی ہے جس میں مضبوط اداروں کے زیر سایہ شہری حقوق اور شخصی آزادیاں تسلیم شدہ ہوں۔

اس وقت ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک انتہاء ہے، مختلف اداروں پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد ہو رہی ہیں، ٹی وی چینلوں اور اخبارات و جرائد پر پابندیاں اور جکڑ بندیاں ہیں، اور یہ سب کچھ روشن خیالی نام جپنے والوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے، اگر چہ ہماری معلومات کے مطابق الحمدللہ ابھی تک بعض اخبارات اور ٹی وی والوں نے حکومت کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے، حکومت جس طرح کا قانون نافذ کرنا چاہتی ہے اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوئے بند پڑے ہوئے ہیں، اور بھی کئی طبقے اللہ کے فضل سے اس بات پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ حکومتی جبر نہیں مانیں گے۔ اب دو راستے ہیں یا تو ملک کو دستور پسند اور مہذب معاشرہ دیکھنے کے خواہش مند بھرپور طریقے سے اپنی بات تسلیم کروائیں اور موجودہ حالات کا ایسا نتیجہ نکلے کہ آئندہ آنے والوں کو یقین ہو جائے کہ یہاں کے لوگ اب اتنے باشعور ہو چکے ہیں کہ یہاں کسی کی مطلق العنانی نہیں چل سکتی، لوگوں کے حقوق چھینے نہیں جا سکتے، لوگوں پر بے جا ریاستی دباؤ اور جبر نہیں چل سکتا، فرد واحد کی خواہش پر اداروں کو تہس نہس نہیں کیا جا سکتا، اس سے ملک ایک خاص راستے پر چڑھے گا، ایک دفعہ یہ بات سمجھ میں آ گئی تو پھر ان شاء اللہ یہ ملک صحیح رخ پر چلتا رہے گا۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ قوم بحیثیت مجموعی تسلیم کرلے کہ "سانوں کی" (ہمیں کیا) موجودہ صورت حال سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، یہ اخبارات والوں کا مسئلہ ہے، یہ ٹی وی چینل والوں کا مسئلہ ہے، یہ ججوں کا مسئلہ، یہ وکیلوں کا مسئلہ ہے، یہ دینی حلقوں اور مولویوں کا مسئلہ ہے، ہر کوئی اپنے حصے کی مار الگ الگ کھاتا رہے، اس سے ملک ایک خاص راستے پر چڑھے گا، آنے والی حکومتوں کو پتہ ہوگا کہ جیسے پہلے ساٹھ سال سے ہوتا آ رہا ہے کہ جب دیکھا عدلیہ ہماری تابعداری سے نکل رہی ہے تو کسی نہ کسی طریقے سے اپنی مرضی پر لے آئیں، جب دیکھا کہ لوگوں تک بات پہنچانے کے جتنے ذرائع ہیں، جتنا میڈیا ہے وہ ایک خاص حد سے نکل رہا ہے، ہماری منشا کے مطابق نہیں چل رہا تو ان کو پکڑ کر جکڑ دیں اور کہیں کہ لوگوں نے مان لیا، اور "سانوں کی" کا رویہ اختیار کر کے ہماری خاموشی نے تصدیق کر دی ہے، لہذا یہ

صرف چند لوگوں کا مسئلہ ہے، اس سے ملک ایک دوسری قسم کی ڈگر پر چلے گا، اور یاد رکھیں کہ گاڑی کا رخ جس طرف کو بھی مڑا اس کے اچھے یا برے اثرات ہم یعنی دین کا کام کرنے والوں پر بھی لازماً پڑیں گے، اگر ملک کی یہ گاڑی شخصی آزادیوں کے راستے پر چل نکلی، شہری حقوق، دستور پسندی اور آئین کی پاس داری کے راستے پر چل نکلی تو اس کے اثرات اور ثمرات سے دینی حلقے بھی مستفید ہو سکیں گے، اس کا فائدہ جہاں لادین طاقتوں کو ہوگا وہیں ہمیں بھی ان آزادیوں اور شہری حقوق سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔

اور اگر خدانخواستہ گاڑی کا رخ دوسری طرف ہو گیا اور آپ نے کسی کا یہ اختیار تسلیم کر لیا کہ وہ اپنی مرضی سے جس کا چاہے گلا دبا دے تو جس نے آج ان کا دبایا ہے کل آپ کا بھی دبا سکتا ہے، آج اگر اس کا گلہ دبانے کی وہ طاقت حاصل کرتا ہے تو کل آپ کا بھی دبا دے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا اس سے زیادہ دبائے، آج کئی لوگوں کیلئے بات کہنا اور لکھنا مشکل ہے اور دوسرے شہری حقوق بھی پامال ہو رہے ہیں تو کل کو ہمارے لئے دین کے کام میں بھی مشکلات آ سکتی ہیں۔ آپ دوسرے اسلامی ملکوں کا حال دیکھ لیں، سعودی عرب اور ترکی کا حال دیکھ لیں، وہاں کی حکومتوں کے نقطۂ نظر سے ہٹ کر آپ دین کی کوئی بات بھی کر سکتے ہیں؟ تبلیغی جماعت کا کام آزادی سے کر سکتے ہیں؟ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کچھ تبلیغ والے حضرات کہنے لگے کہ آج کل ہمیں ترکوں پر زیادہ محنت کرنے کا کہا گیا ہے، میں نے سوچا کہ جماعتیں ترکی میں جا رہی ہوں گی، انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس مقصد کیلئے جماعتیں زیادہ تر جرمنی میں جا رہی ہیں، میں نے کہا کہ محنت ترکوں پر اور جماعتیں جرمنی میں جا رہی ہیں؟ کہنے لگے وہاں اس لئے کہ ترکی میں وہ حقوق نہیں ہیں، وہ آزادیاں نہیں ہیں جو جرمنی میں ہیں، اور ترک چونکہ جرمنی میں کثرت سے ہیں ملازمت اور کسب معاش وغیرہ کے سلسلے میں اس لئے جرمنی میں جا کر ترکوں پر محنت کرتے ہیں اور ترکی میں یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ شاید ہماری نفسیات میں کہیں سے یہ بات آ گئی ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کوئی آ کر لوگوں کو جکڑے، ان کے ہاتھ پاؤں باندھے، اور ہم ان جکڑے ہوئے لوگوں میں دین کا جام انڈیلیں، لیکن یاد رکھیں یہ ہم میں سے کسی کی خواہش تو ہو سکتی ہے خود اسلام فطری طور پر اتنا بودا اور بے کشش نہیں ہے کہ اسے اس طرح کی کسی بیساکھی کی ضرورت ہو۔ آپ پچھلے کچھ عرصہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں جن جن ملکوں میں شہری حقوق اور شخصی آزادیاں جتنی زیادہ تسلیم کی گئی ہیں، جتنا زیادہ کھلا ماحول ملا ہے وہاں اسلام اتنا زیادہ پھیلا ہے، اور جو ملک اشتراکی نظام کے

زیر اثر رہے ہیں، اشتراکیت میں چونکہ ان حقوق کو سلب اور چھینا جاتا ہے جیسے روس ہے، چائنا ہے وہاں اسلام اتنا نہیں پھیلا جتنا امریکا، برطانیہ اور فرانس وغیرہ میں پھیلا ہے ۔آج مسلمان ملکوں کے اندر عورتیں حجاب چھوڑ رہی ہیں لیکن مغرب میں مسلمان ہو کر حجاب اوڑھ رہی ہیں ، کھلے ماحول میں جب بھی اسلام کی بات چلے گی تو وہ لوگوں کے دل ودماغ میں خود جگہ بنائے گی ۔

بات یہ کررہا تھا کہ اس وقت ہماری ہمدردیاں کس کے ساتھ ہونی چاہئیں، میں کسی خاص طبقے کی بات نہیں کررہا، ہم اگر عملی طور پر کچھ نہیں کرسکتے تو کم از کم ذہنی اور فکری طور پر ہماری ہمدردیاں کس کے ساتھ ہونی چاہئیں، یہ ایک بہت بڑا سوال ہے، اس وقت مسئلہ چند ججوں اور وکیلوں کا نہیں، نہ اخبارات والوں اور ٹی وی والوں کا ہے بلکہ مسئلہ اصول اور رخ کا ہے، ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہمیں کون سا راستہ سوٹ کرے گا، اس وقت ہم اپنا وزن صحیح جانب ڈالیں کیونکہ یہ فیصلہ کن موڑ ہے، اپنے آپ کو بالکلیہ لاتعلق نہ رکھیں، اب یہ کہنے کا موقع نہیں رہا کہ ''سانوں کی''، اگر آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرلیا گیا تو اس سے ہم بھی مستفید ہوں گے، قانونی ڈھانچے اور قانونی دائرے کے اندر رہتے ہوئے آپ کوئی مدرسہ بنائیں یا مسجد بنائیں تو آپ کو کوئی نہیں روک سکے گا۔ برطانیہ اور امریکا میں اور یورپ کے دیگر ملکوں میں وہاں کے قانون کے مطابق اگر مسجد بنانا چاہتے ہیں تو وہاں کی حکومت کی مجال نہیں کہ وہ آپ کو روک دیں محض اس وجہ سے کہ ہمیں پسند نہیں، آپ مندر بنانا چاہیں آپ کا ایک حق ہے آپ بنائیں، آپ گرجا گھر بنانا چاہیں آپ کا حق ہے بنائیں ۔تو حقوق کو تسلیم کئے جانے کا جو راستہ ہے، شہری حقوق اور شخصی آزادیوں کا جو راستہ ہے اس سے جتنا زیادہ فائدہ دوسروں کو ہوگا اس سے کہیں زیادہ فائدہ ہم اٹھاسکیں گے، یہ ٹھیک ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو ایک خاص قانونی دائرے کے اندر رکھنا پڑے گا، لیکن اس حد کے اندر رہتے ہوئے تو کم از کم روک ٹوک نہیں ہوگی، ہم اپنا کام آزادی سے کرسکیں گے، دین کی بات بڑھاسکیں گے، پھیلاسکیں گے اور لوگوں تک پہنچاسکیں گے، اور یہ ہماری طاقت نہیں بلکہ دین کی اپنی طاقت ہے، دین اپنے آپ کو خود منواتا ہے، تو جہاں تک ہماری بات چلتی ہے، جہاں تک ہمارے قلم کی دسترس ہے ورنہ کم از کم ہمدردیوں کی حد تک ہمیں صحیح جانب وزن ڈالنا چاہئے، خاص طور پر ہم میں سے جو لوگ سیاسی میدانوں میں ہیں، ہمیں اپنی سیاسی قیادت پر نظر رکھنی چاہئے، اگر امیر المؤمنین کو برسرعام غلطی پر ٹوکا جاسکتا ہے تو دینی سیاسی قیادت اگر غلط راستے پر چل رہی ہے تو اس کو بھی بتایا جاسکتا

ہے کہ جناب! آپ یہ ٹھیک نہیں کررہے، خاص طور پر جولوگ سیاسی میدان میں ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قیادت کو بتائیں کہ ہمیں پتہ ہے کہ اندر سے کیا ہورہا ہے اور باہر کیا کہا جارہا ہے، آپ یہ مت سمجھیں کہ ہمیں پتہ نہیں ہے، سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے لیڈروں کو بتائیں کہ ہم محض آپ کی زبان کی چکناہٹ اور خوب صورت دلیلوں سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ آپ کے بیانات اور طرز عمل اور پالیسیوں میں یکسانیت نمایاں نظر آئے۔

اس ملک کے ساتھ اس وقت چند قائدین اتنا سنگین مذاق کررہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہماری چالبازیوں اور مذاق سے لوگ بے وقوف بن جائیں گے، اس کا نقصان جس طرح ملک کو پہنچے گا ویسے ان کو بھی پہنچے گا، اس وقت کی صورت حال سے دل اتنا دکھا ہوا ہے کہ کوئی قیادت ہی نظر نہیں آرہی ہے، نچلی سطح پر پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ لوگوں میں شعور بیدار ہورہا ہے لیکن اوپر کی سطح پر کوئی قیادت ہی نہیں پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ ملک کا جو بہت متمول طبقہ ہے اسے تو اپنے مفادات کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا اور نچلا طبقہ مہنگائی کی چکی میں ایسا پسا ہوا ہے کہ اسے اپنی دال روٹی سے ہی فرصت نہیں، لے دے کے مڈل کلاس خصوصاً اپر مڈل کلاس رہ جاتی ہے، اس وقت بیداری کی لہر بھی سب سے زیادہ اس میں ہے اور علماء کے ساتھ رابطہ اور تفاعل بھی اسی کا سب سے زیادہ ہے، اس لئے بھی اس طبقے پر خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ایک وقت تھا کہ مطلق العنانی کے خلاف مزاحمت کی علامت مولوی ہوتا تھا، لوگوں کی نظریں مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ پر ہوتی تھیں، مفتی محمود رحمہ اللہ پر ہوتی تھیں، لیکن آج لوگ سوچنے پر مجبور ہیں، آج لوگوں کی نظریں اعتزاز احسن پر ہیں، جاوید ہاشمی پر ہیں، منیر اے ملک پر ہیں، افتخار چوہدری پر ہیں، آپ لوگوں سے خود جاکر پوچھ لیں، خود سروے کرلیں، اور نہیں تو کم از کم اپنے مقتدیوں کا ہی سروے کرلیں، ہم لوگ کسی زمانے میں ریاستی جبر کے خلاف مزاحمت کی علامت ہوتے تھے اب اس جگہ پر پہنچ گئے، یہ ہمارے لئے سوچنے کی بات ہے، ہم عام تقریریں نہیں کرسکتے، عوام کو بھڑکا نہیں سکتے تو کم از کم اپنے دائرے کے اندر رہتے ہوئے سوچ تو سکتے ہیں اور اپنی دینی لیڈرشپ کو جتا تو سکتے ہیں، اگر ان کو یہ پتہ چل جائے کہ نیچے والوں نے صرف ہمارے حق میں نعرے نہیں لگانے بلکہ ہماری پالیسیوں کو چیک بھی کرنا ہے تو انہیں بھی اپنی پالیسیوں پر غور اور نظر ثانی کیلئے وقت نکالنا پڑے گا، اس معاملے میں اگر ہم نے سستی کی تو خدانخواستہ ہم پر کہیں وہ وقت نہ آجائے کہ ہم چیخیں لیکن کوئی سننے والا نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج تحقیقی جائزہ (قسط ۱)

تالیفات احکام القرآن کا تاریخی ارتقاء

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو متقین کی ہدایت کی کتاب بنایا، اس کتاب میں انسان کی رشد وہدایت کیلئے احکامات الٰہی ذکر کئے، ان میں بعض احکام وہ ہیں جو عبارۃ النص سے ثابت ہوتے ہیں بعض اشارۃ النص سے، بعض دلالۃ النص اور بعض اقتضاء النص سے ثابت ہوتے ہیں۔ اہل عرب کی چونکہ مادری زبان عربی تھی جن احکامات کے سمجھنے میں صحابہ کرام کو وقت پیش آتی وہ آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیتے تھے، اس طرح یہ سلسلہ جاری رہا، آنحضرت ﷺ کی اس دارفانی سے رحلت کے بعد بعض ایسے ایسے مسائل درپیش ہوئے کہ جن کا حل ابتداءً قرآن سے معلوم نہ ہوتا تو پھر حکم الٰہی ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ۱؎ کے مطابق نبی کریم ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے بھی حکم معلوم نہ ہوسکتا تو پھر ارشاد خداوندی اور ارشاد نبوی کے مطابق اجتہاد سے اس طرح کام لیا جاتا کہ قرآن وسنت سے مستنبط قواعد کلیہ کی بنیاد پر مسائل کا حل تلاش کیا جاتا تھا، صحابہ کرام میں بعض اوقات فقہی اختلاف رونما ہوجاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس صحابی نے کسی آیت قرآنی کا جو مطلب ومفہوم سمجھا وہ اسے بیان کردیتا تھا، پھر اگر کوئی دوسرا صحابی ایسا مطلب ومفہوم بیان کرتا جو پہلے سے زیادہ واضح اور صحیح ہوتا تھا تو وہ اس کی طرف رجوع کرلیتے تھے، گویا حق وصداقت کی ہر وقت جستجو میں رہتے تھے حتیٰ کہ حق کے مقابلہ میں اپنی ذاتی رائے کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

مسالک اربعہ کے دور میں فقہی تفسیر

جب مسلمانوں میں نئے نئے مسائل وحوادث ظہور پذیر ہوئے اور ان کا حل متقدمین کی تحقیقات میں صراحۃً نہ مل سکا تو پھر ائمہ کرام نے قرآن وسنت کے اصول وقواعد کی روشنی میں ان کے

احکامات مستنبط فرمائے، ان حضرات کے قرآن وسنت سے مستنبط اصول وقواعد میں اختلاف کی وجہ سے مسائل میں بھی اختلاف واقع ہوا، لیکن اس اختلاف کے باوجود ان ائمہ حضرات میں باہمی محبت واحترام بہت زیادہ تھا، حتیٰ کہ امام شافعی امام ابوحنیفہ کے بارے فرماتے ہیں کہ الناس عیال فی الفقه الی ابی حنیفة ۲؎ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ اور امام شافعی اپنے شاگرد امام احمد بن حنبل کوفرماتے ہیں کہ اذاصح الحدیث عندك فاعلمنی به ۳؎ جب آپ کے پاس صحیح حدیث ہو تو مجھے بھی آگاہ کردیا کرو۔ امام شافعی اپنے استاذ امام مالک کے بارے فرماتے ہیں کہ اذاذکر الحدیث فمالك النجم الثاقب ۴؎ جب حدیث نبوی کا ذکر کیا جائے تو امام مالک درخشندہ ستارہ ہیں۔

لیکن ان ائمہ کرام کے پیروکاروں نے ایک دوسرے پرنقد و جرح کا ایسا سلسلہ شروع کیا کہ جس میں دوسرے مسلک والے کوتنقید کا نشانہ بناتے حتیٰ کہ مخالف کی تردید میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کردیتے۔

پروفیسر غلام احمد حریری لکھتے ہیں کہ مسلکی تعصب میں غلو کے باوصف ایسے مقلدین کی بھی کمی نہیں جوانصاف سے کام لیتے تھے اور ائمہ کے اقوال پر شریفانہ نقد و جرح کرتے تھے اگر ان کے قول کودلیل وبرہان سے ہم آہنگ پاتے تو تسلیم کرتے ورنہ جس بات کوحق سمجھتے قبول کرتے قطع نظر اس سے کہ اس کا قائل کون ہے ۵؎

تالیفات احکام القرآن میں عام طور پر تین موضوعات سے بحث کی جاتی ہے، جس کی طرف مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے ان الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے۔

(۱) وہ احکام وقوانین جوخالص اللہ کے حقوق سے متعلق ہیں جنہیں مختصر الفاظ میں خالص عبادات کہا جاسکتا ہے، اس میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، قربانی اور حج کے احکام داخل ہیں اور قرآن کریم نے ان چیزوں سے متعلق بنیادی ہدایات عطا فرمائی ہیں۔

(۲) وہ احکام وقوانین جوخالص بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں جنہیں ہم معاملات سے تعبیر کرسکتے ہیں، مثلاً تجارت، قضا، شہادت، امانت، گروی رکھنے، ذبیحہ جانوروں کو کھانے، مختلف مشروبات کے استعمال، وصیت اور میراث وغیرہ ان کے احکام خود قرآن میں موجود ہیں۔

(۳) وہ احکام وقوانین جوبعض حیثیت سے عبادت ہیں اور بعض حیثیات سے معاملہ، اس نوع میں

سے نکاح وطلاق، حدود وتعزیرات، (Criminal Laws) دیات، قصاص (Torts) جہاد، ایمان، قسمیں اور شرکت کے احکام قرآن کریم نے ذکر فرمائے ہیں ۶

تفسیری مناہج

جن صحابہ کرام سے تفسیری روایات مروی ہیں یا جن کے تفسیری اجتہادات کا بعد کے تفسیری ادب پر گہرا اثر ہے ان میں نمایاں دو صحابہ کرام سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما ہیں، ان دونوں بزرگوں کی تفسیری روایات میں وہ تمام بنیادی عناصر روز اول ہی سے واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں جن کے مطابق بعد میں تفسیریں لکھی جاتی ہیں، یہ دونوں حضرات صحابہ کرام میں اپنے ادبی ذوق کے اعتبار سے عربیت میں اپنی مہارت کے لحاظ سے غیر معمولی خطابت کے اور بلاغت کے نقطہ نظر سے اپنی فقیہانہ بصیرت کے اعتبار سے اور ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ اپنی غیر معمولی بالغ نظری، غیر معمولی وسعت نظر اور غیر معمولی تعمق فکر میں بہت نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔

یہ بات اس لئے یاد رکھنی ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کے جتنے رجحانات اور اسالیب مختلف اوقات میں سامنے آئے ہیں ان میں سے کسی اسلوب کے بارے میں یہ تصور کرنا درست نہیں ہوگا کہ وہ صحابہ کرام سے مروی ان روایات کے تسلسل سے بالکل ہٹ کر کوئی نئی چیز ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان تمام رجحانات کی سند صحابہ کرام کے اقوال وارشادات سے ملتی ہے، ان سب اسالیب ومناہج کی بنیادیں صحابہ کرام سے مروی روایات اور ان اجتہادات میں موجود ہیں جو صحابہ کرام نے قرآن مجید کے بارے کئے اور خاص طور پر ان صحابہ کرام کے تفسیری اقوال واجتہادات میں وہ سب عناصر موجود ہیں جن سے بڑی تعداد میں تابعین نے استفادہ کیا، ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے بعض مشہور تلامذہ ہیں۔ سیدنا علی اور ان کے تفسیری رجحانات کے بارے میں بھی اشارہ کیا جاچکا ہے، ان کے تلامذہ کی تعداد بہت بڑی ہے جن سے خاص طور پر کوفہ اور مدینہ منورہ میں تفسیری روایات عام ہوئیں۔

یہ یقین تو قطعی طور پر کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کل کتنے رجحانات پیدا ہوئے، اس لئے کہ جب تک انسانی ذہن کام کرتا رہے گا نئے نئے رجحانات پیدا ہوتے رہیں گے، جب تک انسان روئے زمین پر موجود ہے اور قرآن مجید کے ماننے والے موجود ہیں وہ قرآن مجید کے نئے نئے مطالب اور معانی پر غور کرتے رہیں گے اور یوں علم تفسیر کے نئے نئے اسالیب، نئے نئے

مناہج اور نئے نئے رجحانات سامنے آتے رہیں گے☆

ان رجحانات میں ایک رجحان تفسیر بالماثور جیسے علامہ ابن کثیر کی تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر اور علامہ جلال الدین سیوطی کی الدرّ المنثور فی التفسیر بالماثور کا ہے، دوسرا رجحان لغوی اور ادبی تفسیر جیسے ابوعبیدہ معمر بن المثنی کی کتاب مجاز القرآن اور یحیی بن زیاد الفراء کی کتاب معانی القرآن ہے، تیسرا رجحان تفسیر بالرائے جیسے مولانا امین احسن اصلاحی کی تدبر قرآن ہے، چوتھا رجحان کلامی یعنی نظریاتی و عقائدی تفسیر جیسے امام ابومنصور ماتریدی کی تاویلات اھل السنة اور قاضی عبدالجبار معتزلی کی تنزیہ القرآن عن المطاعن ہے، پانچواں رجحان صوفیانہ تفسیر جیسے علامہ آلوسی کی روح المعانی فی التفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن ہے، چھٹا رجحان سائنسی تفسیر جیسے علامہ طنطاوی جوہری کی جواہر القرآن ہے۔ اسی طرح ایک نمایاں رجحان فقہی تفسیر کا ہے، اس میں قرآن مجید کی ان آیات کی خصوصی تفسیر کی گئی ہے جن میں احکام بیان ہوئے ہیں☆☆

فقہی تفاسیر کا تاریخی اعتبار سے مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے، اس میں جن مفسرین کے فقہی مسالک کا علم ہوسکا وہ ان کے ساتھ ساتھ ذکر کردیئے گئے ہیں۔

عرب و عجم میں احکام القرآن کی کاوشیں

تیسری صدی ہجری

۱۔ مجرد احکام القرآن، یحیی بن آدم بن سلیمان (م۲۰۳ھ) ۷

۲۔ احکام القرآن، محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان القرشی ابوعبداللہ امام شافعی (م۲۰۴ھ) ۸

۳۔ احکام القرآن، ابوثور ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان الکلبی (م۲۴۰ھ) ۹

۴۔ ایجاب التمسک باحکام القرآن، قاضی یحیی بن اکثم بن محمد بن قطن بن سمعان التمیمی المروزی (م۲۴۲ھ) ۱۰

۵۔ احکام القرآن، شیخ ابوالحسن علی بن حجر السعدی (م۲۴۴ھ) ۱۱

۶۔ احکام القرآن، الحافظ ابوعمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہبان بن الحرث الحوضی المعروف الضریر البصیری (م۲۴۶ھ) ۱۲

۷۔احکام القرآن، ابوعبداللہ ابن عبدالحکم المصری (م۲۶۷ھ) ۱۳

۸۔احکام القرآن، ابوسلیمان داؤد بن خلف الاصفہانی البغدادی (م۲۷۰ھ) ۱۴

۹۔احکام القرآن، قاضی امام ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق الجہضمی الازدی البصری (م۲۸۲ھ)

مؤلف نے یہ مالکی مذہب کے مطابق تالیف کی ہے علامہ ابوبکر جصاص نے اس میں بہت سے مقامات پر تعاقب فرمایا ہے اس کے علاوہ علامہ بکر بن العلاء القشیری نے "مختصر احکام القرآن" کے نام سے اس کی تلخیص فرمائی ہے۔ ۱۵

چوتھی صدی ہجری

۱۰۔احکام القرآن، شیخ ابوالحسن علی بن موسیٰ بن یزداد القمی الحنفی (م۳۰۵ھ) ۱۶

۱۱۔احکام القرآن، ابوالاسود موسیٰ بن عبدالرحمن القطان (م۳۰۶ھ) ۱۷

۱۲۔احکام القرآن، شیخ امام احمد بن محمد بن سلامہ الازدی ابوجعفر الطحاوی الفقیہ الحنفی (م۳۲۱ھ) ۱۸

۱۳۔احکام القرآن، عبداللہ بن احمد المغلس (م۳۲۴ھ) ۱۹

۱۴۔الجامع لاحکام القرآن، شیخ ابومحمد القاسم بن اصبغ القرطبی النحوی (م۳۴۰ھ) ۲۰

۱۵۔احکام القرآن، بکر بن محمد بن العلاء القشیری (م۳۴۴ھ) ۲۱

مفتی محمد تقی عثمانی کی تحقیق کے مطابق یہ قاضی ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق مالکی (م۲۸۲ھ) کے احکام القرآن تلخیص ہے جو "مختصر احکام القرآن" کے عنوان سے معروف ہے ۲۲

۱۶۔احکام القرآن، شیخ منذر ابن سعید البلوطی القرطبی (م۳۵۵ھ) ۲۳

۱۷۔احکام القرآن، محمد بن القاسم بن شعبان (م۳۵۵ھ) ۲۴

۱۸۔احکام القرآن، شیخ امام احمد بن علی بن ابی بکر محمد البغدادی المعروف الجصاص الرازی الحنفی (م۳۷۰ھ)

پروفیسر غلام احمد حریری کہتے ہیں کہ علماء احناف کے نزدیک یہ کتاب فقہی تفسیر کی اہم کتب میں شمار ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی اساس حنفی فقہ کی حمایت وتقویت اور اس کے دفاع پر رکھی گئی ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں مؤلف نے حنفی مذہب کی حمایت و جانبداری میں حد درجہ غلو اور تعصب سے کام لیا ہے ۲۵

پانچویں صدی ہجری

۱۹۔احکام القرآن، احمد بن علی بن احمد بن محمد الربعی ابوالعباس الباغانی الاندلسی المقری (م۴۰۱ھ) ۲۶

۲۰۔مختصر احکام القرآن، شیخ ابو محمد مکی بن ابو طالب القیسی (م ۴۳۷ھ) ۲۷

۲۱۔احکام القرآن، شیخ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ) ۲۸

چھٹی صدی ہجری

۲۲۔احکام القرآن، شیخ امام عماد الدین ابو الحسن علی بن محمد بن علی طبری المعروف الکیا الہراسی الشافعی البغدادی (م ۵۰۴ھ)

پروفیسر غلام احمد حریری لکھتے ہیں کہ مؤلف شافعی المسلک ہے جس طرح جصاص حنفی فقہ کی حمایت وطرفداری میں معروف ہے اسی طرح مؤلف ہر جگہ شافعی فقہ کی تائید کرتا ہے، آیات الاحکام کی تفسیر فقہ شافعی کے قواعد کی روشنی میں کرتا ہے اور اس کی امکانی کوشش یہ ہوتی ہے کہ آیت کی تاویل اس انداز سے کرے کہ مخالف اس سے استدلال نہ کر سکے ۲۹

۲۳۔احکام القرآن، قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف ابن عربی الحافظ المالکی (م ۵۴۳ھ) ۳۰

اسم گرامی ابو بکر محمد بن عبد اللہ اور نسبت معافری اندلسی اشبیلی ہے، پروفیسر غلام احمد حریری لکھتے ہیں کہ مؤلف کا انداز یہ ہے کہ کسی سورت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ اس میں اس قدر آیات الاحکام ہیں پھر وہ ان میں سے ایک ایک آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔مؤلف نے فقہ مالکی کے مطابق تفسیر کی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ تفسیر مالکیہ کے نزدیک فقہی تفسیر کا اہم مرجع سمجھی جاتی ہے ۳۱

۲۴۔احکام الکتاب المبین، علی بن عبد اللہ بن محمود شنشکی (م ۵۹۵ھ) یہ شافعی المسلک تھے ایک جلد میں قرآنی آیات کے احکام پر ضخیم کتاب لکھی ہے ۳۲

۲۵۔احکام القرآن، شیخ عبد المنعم بن محمد ابن فرس الغرناطی (م ۵۹۷ھ) ۳۳

ساتویں صدی ہجری

۲۶۔الجامع لاحکام القرآن، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن ابی بکر الانصاری القرطبی الخزرجی الاندلسی (م ۶۷۱ھ) ۳۴

یہ تفسیر قرطبی کے نام سے معروف ہے، غلام احمد حریری لکھتے ہیں کہ مؤلف کا خاص انداز یہ ہے کہ وہ معتزلہ، قدریہ، شیعہ، فلاسفہ اور غالی صوفیہ کی تردید کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے نادر اسرائیلی واقعات کا تذکرہ وہ شاذونادر ہی کرتے ہیں۔

مؤلف علماء سلف کے تفسیری اقوال نقل کرکے قائل کا نام ذکر کرتے ہیں بعض جگہ ان کے اقوال پر تنقید و تبصرہ بھی کرتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ قرطبی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے وہ مالکی مسلک سے وابستہ ہونے کے باوصف گروہی تعصب سے پاک تھے، وہ دلیل و برہان کی پیروی کرتے تھے قطع نظر اس کے کہ اس کا قائل کون ہے ۳۵

آٹھویں صدی ہجری

۲۷۔القول الوجیز فی احکام الکتاب، العزیز شہاب الدین ابوالعباس احمد بن یوسف علوی السمین (م ۷۵۶ھ) یہ شافعی المسلک تھے جو "السمین" کے نام سے مشہور تھے۔ ۳۶

۲۸۔تلخیص لاحکام القرآن ،شیخ جمال الدین محمود بن احمد المعروف ابن السراج القونوی الحنفی (م ۷۷۰ھ) ۳۷

۲۹۔تہذیب لاحکام القرآن ،شیخ جمال الدین محمود بن احمد المعروف ابن السراج القونوی الحنفی (م ۷۷۰ھ) ۳۸

۳۰۔شرح الخمسمائۃ آیۃ ،حسین بن احمد النجری (م آٹھویں ہجری) مؤلف فرقہ زیدیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۳۹

نویں صدی ہجری

۳۱۔تیسیر البیان لاحکام القرآن، جمال الدین محمد ابن علی بن عبداللہ المعروف ابن نورالدین (م ۸۰۸ھ) ۴۰

۳۲۔الثمرات الیانعہ والاحکام الواضحہ القاطعہ ،شمس الدین یوسف بن احمد ثلائی زیدی (م ۸۳۲ھ)

غلام احمد حریری لکھتے ہیں کہ زیدیہ کے نزدیک یہ بہت بڑے محقق شمار کئے جاتے ہیں، پھر لکھتے ہیں یہ تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے، مؤلف ترتیب وار قرآن حکیم کی آیات الاحکام کی تفسیر کرتا ہے پہلے کسی آیت کے سبب نزول بیان کرتا ہے پھر ایک ایک کرکے اس میں بیان کردہ احکام پر تفصیلی روشنی ڈالتا ہے یہاں تک کہ آیت جن احکام پر مشتمل ہوتی ہے وہ سب ذکر کردیتا ہے البتہ احادیث نبویہ کے نقل کرنے میں مؤلف نے صحت کا التزام نہیں رکھا۔

آخر میں لکھتے ہیں اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ امامیہ اثنا عشریہ کی دیگر کتب کی طرح اس میں باقی فقہی مسالک کی زیادہ مخالفت نہیں کی گئی غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ فرقہ زیدیہ اصول وفروع میں شیعہ کی نسبت اہل السنّت کے مسلک کے قریب تر ہے۔ [۴۱]

دسویں صدی ہجری

۳۳۔الاکلیل فی استنباط التنزیل ، علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی الشافعی (م ۹۱۱ھ) مؤلف شافعی المسلک تھے ایک جلد میں یہ تفسیر لکھی گئی ، یہ کتاب ۱۴۰۳ھ میں مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ سے شائع ہوئی [۴۲]

۳۴۔کنزالعرفان فی فقہ القرآن ، ابوعبداللہ مقداد بن عبداللہ بن محمد بن حسین بن محمد السیوری الحلی الشیعی الامامی م ۹۷۲ھ۔

پروفیسر غلام احمد حریری لکھتے ہیں کہ یہ امامیہ اثنا عشریہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مؤلف نے شیعی مذہب کی نصرت وحمایت اور مخالفین کی تردید کا جو بیڑا اٹھایا ہے اس کیلئے اس نے دو طریقے اختیار کئے ہیں جن کو وہ شاذ ونادر ہی نظر انداز کرتا ہے (۱) عقلی دلائل (۲) یہ دعویٰ کہ اہل بیت بھی اسی کے قائل تھے [۴۳]

گیارہویں صدی ہجری

۳۵۔منتھی المرام شرح آیات الاحکام محمد بن حسین بن قاسم (م گیارھویں ہجری)

مؤلف فرقہ زیدیہ سے تعلق رکھتے ہیں [۴۴]

برصغیر پاک وہند میں احکام القرآن کی کاوشیں

بارہویں صدی ہجری

۳۶۔التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ ، شیخ احمد بن ابی سعید الصالحی الامیٹھوی (م ۱۱۳۰ھ)

ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے کہ یہ کتاب تفسیر احمد کے نام سے مشہور ہے اس کے لکھنے والے احمد بن ابوسعید ملاجیون کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہ کتاب پورے قرآن کی تفسیر نہیں بلکہ اس میں صرف ان آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے جو

اوامرونواہی سے متعلق ہیں۔اس کے بعد لکھتے ہیں اس میں مذہب حنفی کے مسائل ثابت کئے ہیں ۴۵

۳۷۔تفسیر آیات الاحکام، شیخ ناصر بن یحییٰ عباسی الہ آبادی(م۱۱۶۳ھ) ۴۶

تیرہویں صدی ہجری

۳۸۔تفسیر آیات الاحکام،سید علی بن دلدار علی المجتہد الشیعی الکھنوی(م۱۲۵۹ھ) ۴۷

اس میں مؤلف نے مذہب شیعہ کے مطابق کلام کیا ہے ۴۸

۳۹۔تقریب الافہام فی تفسیر آیات الاحکام،مفتی محمد قلی الشیعی الکنتوری(م۱۲۶۰ھ) ۴۹

۴۰۔تفسیر آیات الاحکام، شیخ عبدالعلی النگرامی(م۱۲۹۶ھ) ۵۰

چودہویں صدی ہجری

۴۱۔نیل المرام فی تفسیر آیات الاحکام ،سید صدیق حسن بن اولاد حسن الحسینی القنوجی (م۱۳۰۷ھ) ۵۱اس میں مؤلف نے فقہاء محدثین کے مذہب کے مطابق کلام فرمایا ہے۔ ۵۲

۴۲۔تفسیر آیات الاحکام ،سید انور علی، یہ برصغیر پاک وہند کے مفسر شمار ہوتے ہیں کیونکہ علامہ عبدالحی الحسنی کی تالیف ''الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند''میں ان کا تذکرہ ملتا ہے مگر ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی۔ ۵۳

۴۳۔احکام القرآن،مولانا اشرف علی بن عبدالحق التھانوی

(۱)احکام القرآن،علامہ ظفر احمد عثمانی(م۱۳۹۴ھ،۱۹۷۴ء) ۵۴

(۲)احکام القرآن، مفتی جمیل احمد تھانوی(م۱۴۱۲ھ،۱۹۹۲ء) ۵۵

(۳)احکام القرآن، مفتی محمد شفیع عثمانی(م۱۳۹۶ھ،۱۹۷۶ء) ۵۶

(۴)احکام القرآن،مولانا محمد ادریس کاندھلوی(م۱۳۹۴ھ،۱۹۷۴ء) ۵۷

(۵)احکام القرآن،مفتی سید عبدالشکور ترمذی(م۱۴۲۱ھ،۲۰۰۱ء) ۵۸

۴۴۔روائع البیان تفسیر آیات الاحکام من القرآن، شیخ محمد علی الصابونی(چودھویں ہجری)یہ تفسیر ۱۳۹۱ھ میں مکمل ہوئی ۵۹

نامعلوم التاریخ

۴۵۔احکام القرآن ،ابوبکر بن خوازمنداد۔

۴۶۔احکام القرآن ،ابوفراس جبیر بن غالب۔

۴۷۔احکام القرآن ،ابوبکر بن بکیر۔[۱۰]

۴۸۔کتاب احکام القرآن ،احمد بن معذل۔

۴۹۔کتاب احکام القرآن ،کلبی بروایت ابن عباس۔

۵۰۔کتاب احکام القرآن ،داؤد بن علی۔

۵۱۔کتاب الایضاح عن احکام القرآن۔[۱۱]

مذکورہ بالا وہ تالیفات ہیں جن کا موضوع خاص احکام القرآن سے متعلق ہے ان میں وہ تالیفات بھی شامل ہیں جن کا عنوان آیات احکام کی تفسیر ہے ،مذکورہ تالیفات میں سے بہت سی اس وقت ناپید ہیں اور بعض بہت نایاب ہیں ،ان پر مستقل مقالہ جات تحریر کئے جاسکتے ہیں ،جس میں ان تالیفات کی تاریخ ،طرز استدلال ،ان کا منہج واسلوب اور وجہ تالیف وغیرہ پر تحقیقات کی جاسکتی ہیں۔

مصادر ومراجع

۱۔ الحشر ۵۹:۷۔

۲۔ مقدمہ اعلاء السنن ،مولانا ظفر احمد عثمانی ،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ،حصہ سوم ص ۱۰۔

۳۔ تاریخ تفسیر مفسرین ،پروفیسر غلام احمد حریری ،ملک سنز پبلشرز فیصل آباد ،۱۹۸۶ء ،ص ۵۹۲۔

۴۔ تاریخ تفسیر مفسرین ،پروفیسر غلام احمد حریری ،ملک سنز پبلشرز فیصل آباد ،۱۹۸۶ء ،ص ۵۹۲۔

۵۔ تاریخ تفسیر مفسرین ،پروفیسر غلام احمد حریری ،ملک سنز پبلشرز فیصل آباد ،۱۹۸۶ء ،ص ۵۹۱۔

۶۔ علوم القرآن ،مفتی محمد تقی عثمانی ،دارالعلوم کراچی ،ص ۳۱۲۔

۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ،جامعہ پنجاب لاہور ،طبع اول ۱۹۸۹ء ،۲۸۰/۲۳۔

۸۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ،حاجی خلیفہ مصطفٰی بن عبداللہ چلپی ،مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ،۹/۶۔

۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ،جامعہ پنجاب لاہور ،طبع اول ۱۹۸۹ء ،ج ا ص ۶۵۷۔

۱۰۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ،حاجی خلیفہ مصطفٰی بن عبداللہ چلپی ،مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ،۴۰۱/۶۔

۱۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ،جامعہ پنجاب لاہور ،طبع اول ۱۹۷۸ء ،۵۹۸/۱/۱۶۔

۱۲۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ،حاجی خلیفہ مصطفٰی بن عبداللہ چلپی ،مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ،۲۷۲/۵۔

۱۳ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۵۹۸/۱/۱۶۔

۱۴ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۵۹۸/۱/۱۶۔

۱۵ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۱۶ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۱۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۵۹۸/۱/۱۶۔

۱۸ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۵۱/۵۔

۱۹ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۵۹۸/۱/۱۶۔

۲۰ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷

۲۱ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۲/۵۔

۲۲ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۲۳ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۸۱/۱۔

۲۴ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۵۹۸/۱/۱۶۔

۲۵ تاریخ تفسیر ومفسرین ص ۵۹۸، ۵۹۹، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۵۷/۵۔

۲۶ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۶۱/۵۔

۲۷ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۲۸ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۸۱/۱۔

۲۹ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۶۰۵، مقدمہ احکام القرآن از مفتی محمد تقی عثمانی ص ۷۔

۳۰ احکام القرآن لابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ، دارالمعرفہ بیروت، ۱۳۹۲ھ، ۷/۱۔

۳۱ تاریخ تفسیر ومفسرین ص ۶۰۹، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۸۱/۱۔

۳۲ تاریخ تفسیر ومفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۵۹۵۔

۳۳ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۸۱/۱۔

۳۴ مقدمہ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ابوعبداللہ محمد بن عمر، دارالکتاب العربی مصر، طبع سوم ۱۳۸۷ھ، ا، و، ز۔

۳۵ تاریخ تفسیر ومفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۶۱۵۔

۳۶ تاریخ تفسیر ومفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۵۹۵۔

۳۷ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۳۱۸/۶۔

۳۸ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۵۹۸/۱/۱۶۔

۳۹ تاریخ تفسیر ومفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۵۹۵، ۵۹۶۔

۴۰ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۲۱۵/۳۔

۴۱ تاریخ تفسیر ومفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۶۲۲، ۶۲۳۔

۴۲ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ مصطفےٰ بن عبداللہ چلپی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۶۷/۱۔

۴۳ تاریخ تفسیر ومفسرین ص ۶۱۹، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۲۵۷/۴، ۱۴۷/۳۔

۴۴ تاریخ تفسیر ومفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۵۹۶۔

۴۵ عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ ص ۴۸، الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام ۲۴/۶۔

۴۶ الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام (نزھۃ الخواطر)، عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی، طیب اکادمی ملتان، ۳۶۸/۶۔

۴۷ الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام (نزھۃ الخواطر)، عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی، طیب اکادمی ملتان، ۳۵۶/۷۔

۴۸ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی، دمشق، ۱۴۰۳ھ، ص ۱۷۱۔

۴۹ الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام (نزھۃ الخواطر)، عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی، طیب اکادمی ملتان، ۵۰۳/۷۔

۵۰ الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام (نزھۃ الخواطر)، عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی، طیب اکادمی ملتان، ۳۱۰/۷۔

۵۱ نیل المرام فی تفسیر آیات الاحکام، صدیق حسن بن اولاد القنوجی، مکتبہ تجاریۃ الکبریٰ مصر، طبع دوم ۱۳۸۳ھ، ۲/۱، الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام ۲۰۶/۸۔

۵۲ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی، دمشق، ۱۴۰۳ھ، ص ۱۷۱۔

۵۳ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند،عبدالحئی بن فخر الدین الحسنی ، دمشق ،۱۴۰۳ھ،ص ۱۷۱۔
۵۴ تذکرۃ الظفر ،مفتی عبدالشکور ترمذی،مکتبہ مطبوعات کمالیہ، ۱۹۷۷ء،ص ۵۲۷۔
۵۵ مقدمہ احکام القرآن محمد غزالی،ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور،ص ۲۷۔
۵۶ تذکرۂ اولیاء دیوبند،حافظ اکبر شاہ بخاری،مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۵۷ مشاہیر علماء دیوبند، قاری فیوض الرحمن ،مکتبہ العزیزیہ لاہور،طبع سوم ۱۳۸۷ھ۔
۵۸ حیات ترمذی،مفتی عبدالقدوس ترمذی، جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا،ص ۹۲۰۔
۵۹ روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام من القرآن،شیخ محمد علی صابونی،مکتبہ الغزالی دمشق، ۱۴۰۰ھ،۳۱/۲۔
۶۰ اردو دائرہ معارف اسلامیہ،جامعہ پنجاب لاہور،طبع اول ۱۹۷۸ء، ۵۹۸/۱/۱۶۔
۶۱ مقدمہ تفسیرات احمدیہ از ملاجیون (مترجم)محمد عادل،مکتبہ رحمانیہ وہاڑی،ص ۱۱۔
☆ محاضرات قرآنی ص ۲۲۵ تا ۲۲۷۔
☆☆ محاضرات قرآنی ص ۲۳۱ تا ۲۴۹۔

(جاری ہے)

ملفوظ حضرت ترمذی قدس سرہ

فرمایا کہ: پٹنہ کے اجلاس میں جو مسلم لیگ کا تھا اس اجلاس میں حضرت تھانویؒ کی طرف سے مولانا ظفر احمد عثمانی،مولانا شبیر علی صاحب اور مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری تشریف لے گئے ،اور حضرت نے پیغام لکھ کر بھی بھیجا اس میں محمد علی جناح نے ان حضرات کو بہت وقت دیا اور کہا یہ دنیا دار لوگ تو اپنے فائدے کیلئے آتے ہیں تم لوگ فقط دین کیلئے آئے ہو،نماز کا وقت ہوا تو باقاعدہ ظہر کی نماز کیلئے اعلان محمد علی جناح نے کیا کہ اب نماز کیلئے تیاری کرلو اجلاس ملتوی کر دیا ،حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے نماز پڑھائی تو تمام نے نماز پڑھی اور محمد علی جوہر کے سوال پر کہ مذہب کے اندر سیاست کا کیا عمل دخل ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں عقائد،اعمال اور سیاست اس میں داخل ہیں ترکوں نے سیاست کو چھوڑا تو ہلاک ہوگئے،محمد علی کو بات سمجھ میں آ گئی۔

یادِ رفتگاں پروفیسر ایم۔اے۔عثمانی

شیخ القراء مولانا قاری محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ (قسط ۶)

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ حیرت ناک ہے، ایک بار انہوں نے خود جنات کو قابو کرنے کا عمل کیا، جب اپنے استاد او رمرشد سے یہ خواہش ظاہر کی تو انہوں نے بہت منع کیا کہ صاحبزادے اس راہ میں بڑی مشکلات ہیں، اول تو جنات کو قابو کرنا ہی جان جوکھوں کا مرحلہ ہے اور اگر بالخصوص وہ قابو میں آ بھی جائیں تو تمام عمر خود عامل کو ایسی قیود برداشت کرنا پڑتی ہیں جن سے زندگی بے مزہ ہو کر رہ جاتی ہے لیکن جوانی ....مرشد کی نصیحت نہ مانی اور اپنی ضد پر اڑے رہے، آخر مرشد نے عمل بتایا اور مکمل رازداری کی تاکید کی، ابا جان مرشد کی ہدایت کے مطابق حضرت بدرالدین بدر عالم شہید رحمہ اللہ کے مزار سے ملحق قبرستان میں شکستہ قبروں کے بیچ میں ایک حصار کھینچ کر اس کے اندر بیٹھ گئے اور عشاء کے وقت سے سحر تک وظیفہ پڑھنے لگے، یہ عمل چالیس شب کرنا تھا، رات کی ویران تنہائیوں اور قبرستان کے وحشت ناک ماحول میں جانا ہی کچھ کم حوصلہ کی بات نہیں ہے لیکن مسلسل تمام رات اور چالیس راتوں تک اس قسم کا مشغلہ غیر معمولی دلیری اور قوت ارادی کو ظاہر کرتا ہے، ادھر دوستوں کی محفل سے جو یوں یکایک غائب ہوئے تو سب کو کرید لگی، دن میں ملتے تھے تو احباب یوں غائب ہو جانے کا سبب پوچھتے تھے لیکن کچھ جواب نہ ملتا تھا، آخر ایک روز سب نے فیصلہ کیا کہ پیچھا کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ محی الاسلام کس شغل میں لگے ہیں، چنانچہ ٹوہ لگاتے لگاتے قبرستان تک پہنچ گئے، اب دوستوں نے ڈرانے کا فیصلہ کیا، چنانچہ وہ آس پاس کی قبروں کے پیچھے چھپ گئے، پہلے ایک نوجوان نے دیا سلائی جلائی اور یکدم قبرستان کی تاریکی میں شعلہ نمودار ہو گیا، پھر دوسرے دوست نے پھر تیسرے نے، غرض قبروں کے پیچھے سے شعلے اٹھتے اور بجھتے رہے، ابا جان سہمے تو بہت لیکن حصار کی حفاظت اور مرشد کی قوت پر اتنا بھروسہ تھا کہ عمل جاری رکھا، مرشد کی طرف سے ہدایت تھی کہ شب کے دوران جو کوائف پیش آئیں مجھ سے بیان کرنا، سو اگلے روز یہ واقعہ بیان کر دیا حضرت نے سن کر فرمایا یہ انسانوں کی حرکت ہے جنات کی نہیں۔

انتالیسویں شب کی سحر کو جب گھر واپس آ رہے تھے تو سنسان بازار میں مویشیوں کا ایک ریوڑ نظر آیا، بڑے حیران ہوئے کہ اتنی صبح سویرے اتنے جانور بازار میں کہاں سے آ گئے، سوچا کوئی چرواہا ریوڑ جنگل لے جا رہا ہو گا، قریب پہنچے تو ایک ایک کر کے وہ مویشی ان کی طرف یوں بڑھے جیسے ٹکر

مارنا چاہتے ہوں، ابا جان اپنی جگہ استقامت سے کھڑے ہوگئے اور آیات قرآنی تلاوت کرنا شروع کردیں، ہر جانور حملہ کرنے کیلئے آتا تھا لیکن قریب پہنچ کر کنی کترا کر نکل جاتا تھا، جب راستہ صاف ہوا تو سیدھے مرشد کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کیا، انہوں نے سن کر فرمایا یہ وہی چالیس جنات ہیں جو تمہارے حکم میں آجائیں گے اگر آج کی رات تم نے خیر سے گزاری۔

چالیسویں شب کو حسب معمول عمل پڑھ رہے تھے کہ مسافروں کا ایک قافلہ مزار سے ملحق مسجد میں آکر اترا جو ابا جان کے بالکل سامنے تھی، قافلے میں سب کی سب عورتیں تھیں جو تعداد میں چالیس تھیں اور ہر ایک کی گود میں ایک بچہ تھا، کچھ دیر کے بعد ایک عورت بولی بھوک لگی ہے، دوسری نے کہا لو میرا بچہ کھالو، چنانچہ سب نے بوٹی بوٹی نوچ کر بچہ کو کھالیا، پھر بولیں ابھی بھوک نہیں بجھی، تو دوسری نے اپنا بچہ دے دیا اور اس کا بھی یہی حشر ہوا، غرض چالیس کے چالیس بچوں کی تکہ بوٹی کردی، پھر بولیں اب کیا کھائیں؟ ایک نے ابا جان کی طرف اشارہ کرکے کہا یہ انسان جو بیٹھا ہے اس کو کھا لیتے ہیں، سو چالیس کی چالیس اپنے خون آلود ہاتھ منہ کے ساتھ ابا جان کی طرف جو بڑھیں تو ان کے ہاتھ سے تسبیح چھوٹ گئی اور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

جب صبح وہ گھر نہ پہنچے تو تلاش شروع ہوئی، پھوپھی یہ سمجھتی تھیں کہ رات کو استاد کے یہاں ہوتے ہیں سو ڈولی منگوا کر خود ان کے یہاں بھتیجے کی تلاش میں گئیں، انہوں نے سنا تو متفکر ہوگئے، فوراً امام صاحب کی درگاہ پہنچے، وہاں شاگرد بے ہوش پڑا تھا لیکن خوش قسمتی سے حصار کے اندر تھا اور سانس چل رہی تھی، فوراً اٹھوا کر گھر لائے عملیات سے علاج شروع کیا اور آخر ابا جان ہوش میں آگئے۔ مرشد سے رات کا ماجرا بیان کیا انہوں نے فرمایا یہ وہی چالیس جنات تھے، تمہیں خوفزدہ کرنا چاہتے تھے لیکن وہ حصار میں داخل نہیں ہوسکتے تھے، اگر تمہارے ہوش بحال رہتے تو وہ آج سے تمہارے معمول بن جاتے۔

اماں جان فرمایا کرتی تھیں کہ یہ ابا جان کے مرشد کا تصرف تھا جو وہ زندہ بھی رہے اور ان کے ہوش وحواس بھی قائم رہے ورنہ ایسے عملیات جب بگڑ جاتے ہیں تو عامل مجنون ہوجاتے ہیں۔

میں نے ابا جان سے براہ راست سوال کیا تھا کہ وہ خود ہمیں یہ واقعات سنائیں، لیکن انہوں نے بات یہ کہہ کر ٹال دی کہ میاں .... اتنا زمانہ گزر گیا کہ ممکن ہے میں کوئی تفصیل غلط بیان کردوں لہذا ان کو بھول جانا ہی بہتر ہے، اصرار کرنے کی مجھ میں جرأت نہ ہوئی لیکن نفس واقعہ سے انہوں نے بھی انکار نہ کیا۔ (پانی پت کے قاری) (جاری ہے)

ابوعمیر اکبر شاہ بخاری جام پور

صدر جامعہ حقانیہ کا پانچ روزہ تبلیغی دورہ

جانشین فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد القدوس ترمذی مدظلہم مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا ۶ دسمبر ۲۰۰۷ء کو اپنے پانچ روزہ تبلیغی دورے پر سب سے پہلے تونسہ اور مضافات میں تشریف لائے اور اپنے اصلاحی بیانات سے عوام وخواص کے دلوں کو منور فرمایا۔

پھر ۷ دسمبر بروز جمعۃ المبارک آپ نے شیخ طریقت حضرت مولانا رشید احمد شاہجمالی مدظلہ کے مدرسہ ومسجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے بیان سے علماء وطلباء اور عوام کو محظوظ فرمایا۔

۷ دسمبر ہی کو بعد نماز عصر جامعہ قاسمیہ ڈیرہ غازیخان میں مولانا مفتی خالد محمود صاحب کی دعوت پر مدرسہ کے اساتذہ وطلباء اور مخصوص حضرات سے خطاب فرمایا اور حضرت مولانا محمد قاسم ڈیروی رحمہ اللہ کی وفات پر ان کے صاحبزادگان سے تعزیت کی اور اپنے بیان میں مولانا مرحوم کی خدمات کو سراہا اور خصوصی دعائے مغفرت کی ۔اسی روز بعد نماز عشاء مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکز جامع مسجد الرحمٰن ایم بلاک ڈیرہ غازیخان میں خطاب فرمایا جو نہایت مفید ونافع تھا۔

۸ دسمبر بروز ہفتہ آپ نے کالا کالونی میں بیان فرمایا اور نماز ظہر کے بعد وہاں سے جام پور کیلئے روانہ ہوئے اور عصر کی نماز مرکز مجلس صیانۃ المسلمین جامع مسجد عثمانیہ جام پور میں ادا کی ۔

بعد نماز عشاء مجلس صیانۃ المسلمین جام پور کے زیر اہتمام شہر کی مرکزی محمدی جامع مسجد جامپور میں مجلس کے اجتماع میں زبردست اصلاحی بیان کیا جو ماشاء اللہ انتہائی مفید ونافع تھا،عوام وخواص کے علاوہ جام پور کے علماء،قراء،حفاظ اور طلباء کی بھی کثیر تعداد تھی نیز عمائدین شہر بھی اجتماع میں شریک ہوئے اور مفتی صاحب کے بیان سے محظوظ ہوئے ،آپ سے قبل مفتی خالد محمود صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔۹ دسمبر صبح بعد نماز فجر جامع مسجد فاروقی میں درس قرآن دیا وہ بھی ماشاء اللہ نہایت مفید تھا۔ بعد ازاں آپ ناظم مجلس سید محمد اکبر شاہ بخاری کی معیت میں فاضل پور کیلئے روانہ ہوئے اور وہاں مفتی نصر اللہ صاحب کے مدرسہ میں جلسہ سے خطاب فرمایا ،مفتی صاحب کے علاوہ مولانا مظہر الحق قاسمی اور مولانا عبدالرحمٰن ڈیروی نے بھی بیانات فرمائے ۔اسی روز ۹ دسمبر بعد نماز عشاء

شکارپور میں آپ نے جامع مسجد میں بیان فرمایا اور رات قیام بھی وہیں رہا۔

۱۰ دسمبر کو آپ واپس ڈیرہ غازیخان تشریف لائے اور مشہور دینی درسگاہ نیازیہ میں آپ نے بعد نماز ظہر عوام وخواص سے خطاب فرمایا جو ماشاء اللہ نہایت علمی واصلاحی تھا۔

بعد میں آپ نے فقہی مجلس میں مخصوص علماء سے خطاب کیا جس کی صدارت شیخ وقت حضرت مولانا محمد عبدالقادر ڈیروی مدظلہم نے فرمائی، اس مجلس میں ڈیرہ غازیخان کے علماء وفقہاء نے شرکت کی۔اس طرح سے حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا یہ پانچ روزہ تبلیغی دورہ ماشاء اللہ نہایت کامیاب اور مفید عام رہا۔

ان مختلف شہروں میں متعدد بیانات میں علماء، صلحاء، طلباء اور عوام وخواص سب ہی نے شرکت کی اور مفتی صاحب کے بیانات سے استفادہ کیا اور فیضیاب ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان سب بیانات کو قبول فرمائیں اور مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

ملفوظ حضرت ترمذی قدس سرہ

فرمایا کہ: حضرت مولانا ولی محمد صاحبؒ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) نے بڑی عمر میں کتابیں پڑھنا شروع کیں اور باقاعدہ عالم تھے سہارنپور میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے پڑھتے رہے انگریزی کے بڑے ماہر تھے حضرت تھانویؒ سے تعلق ہوگیا تھا اصل وطن گورداسپور تھا بعد میں منڈی بہاؤالدین آگئے تھے، میرے والد صاحبؒ یعنی مفتی عبدالکریم گمتھلوی جب پہلی دفعہ حج پر تشریف لے گئے تو مولانا ولی محمد صاحب بھی ساتھ تھے وہیں حضرت مفتی عبدالکریم صاحبؒ کے علمی کمالات اور اعلیٰ تحقیقات دیکھ کر کہنے لگے کہ مفتی صاحب تو مدقق ہیں محقق تو ہیں ہی۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی جب اطباء کے مشورہ سے رنگون چلے گئے تھے کیونکہ حضرت کو آنکھوں کی تکلیف تھی تو اطباء نے دریائے ساحل پر رہنے کیلئے مشورہ دیا تو حضرت مولانا عثمانی وہاں تشریف لے گئے اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں پڑھاتے بھی رہے اپنے استاد کی جگہ پر تو ان دنوں میں رنگون سے ایک اخبار انگلش میں نکلتا تھا اس میں بہت اچھے اچھے مضامین آنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نیا آدمی ہے، تو بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا ولی محمد صاحب ہیں جو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے مضامین کا انگلش میں ترجمہ کرکے اخبار میں بھیج دیتے ہیں۔

امداد السائل فی الاحکام والمسائل فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

مروجہ فاتحہ کا حکم

سوال یہ تھا کہ تعزیت کے لئے لوگ آئیں جائیں اور ہاتھ اٹھا کر کہیں کہ دعا اور فاتحہ پڑھو اور اس کو ضروری خیال کریں، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور سوال میں کفایت المفتی کے حوالے سے ایک سوال و جواب کو بھی تحریر کیا گیا تھا، جس سے مروجہ فاتحہ کے جائز ہونے کا بظاہر شبہ ہوتا تھا، حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ نے اس کا درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: میت کے لئے زبانی مغفرت کا حکم "غفر اللہ لہ" اور اس کے اعزہ کے لئے صبر کی تلقین کا حکم ہے، باقی مروجہ طریقہ خلافِ سنت ہے اور بدعت ہے، اس کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے، مگر اچھے طریقے پر سمجھائیں، اور نرمی سے کام لیں ورنہ بجائے اصلاح کے فساد ہونے کا خطرہ ہے۔

مروجہ طریقہ فاتحہ "کہ لوگ آئیں اور کہیں کہ فاتحہ پڑھو اور لوگ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھیں" کفایت المفتی میں اس طریقہ کا ذکر نہیں ہے، اس میں یہ کہاں ہے کہ آنے والا کہے "کہ فاتحہ پڑھو اور لوگ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھیں" بلکہ اس میں آنے والے کے لئے تعزیت کا وہی طریقہ لکھا ہے اور وہی الفاظ لکھے ہیں جو پیچھے لکھے گئے ہیں، الفاظ مسنونہ میں غفر اللّٰہ لمیتکم دعا کے بعد الفاظ بھی شامل ہوں۔ درمختار میں لکھا ہے:

ویقول عظم اللّٰہ اجرك واحسن عزاك وغفر لمیتك (شامی ج۱ص۸۴۳)

تعزیت کرنے والا ان الفاظ کے ساتھ تعزیت کرے، کفایت المفتی میں بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے جو درمختار سے ابھی نقل کیا گیا ہے، اس میں اس مروجہ طریقہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۱) مروجہ طریقہ میں آنے والا ہر قسم کا ہوتا ہے، جنازہ میں شریک ہونے والا بھی ہوتا ہے حالانکہ کفایت المفتی میں ایسے اشخاص کے لئے لکھا ہے جو اتفاق سے جنازہ میں شریک نہ ہوئے ہوں۔

(۲) دوسرے مروجہ فاتحہ میں آنے والا آکر فاتحہ کے لئے کہتا ہے، حالانکہ اس طرح کہنے کا

کفایت المفتی میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ مروجہ فاتحہ میں جب واپس ہوتا ہے تو پھر فاتحہ کہتا ہے، اس کا بھی قطعاً کوئی ذکر کفایت المفتی میں نہیں ہے اور نہ تو تعزیت مسنونہ میں یہ بات شامل ہے بلکہ دوسری مرتبہ تعزیت کرنا مکروہ ہے، جیسے کہ در مختار میں ہے کہ:

ویکرہ التعزیۃ ثانیًا (شامی ج ۱ ص ۸۴۲)

اس سے مروجہ طریقہ کا مکروہ ہونا زائد بھی معلوم ہوگیا، حالانکہ اس مروجہ فاتحہ میں کئی کئی مرتبہ تعزیت کے لئے لوگ آتے ہیں، جو ایک مرتبہ تعزیت کر چکے ہیں وہ بھی بار بار تعزیت کرنے آتے ہیں، حالانکہ اس کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، جیسا کہ ابھی نقل کیا گیا ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ اس طریقہ کو لازم سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ کفایت المفتی میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان میں سے کسی کو لازم قرار دینا درست نہیں۔

اب غور کر لیا جائے کہ کیا لوگوں نے عملاً فاتحہ کے اس طریقہ کو لازم قرار دے رکھا ہے یا نہیں؟ انصاف کی بات یہی ہے کہ عمل میں اس کو لازم ہی سمجھا جاتا ہے، اس لئے بھی بدعت ہے: اب رہا یہ بیچ کا طریقہ ''کبھی ہاتھ اٹھالے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے'' اس سے بھی لازم قرار دینے والوں کی تائید ہوتی ہے اور اس طرح اصلاح نہیں ہوسکتی، بلکہ یہ طریقہ جاری رہے گا، اصلاح تو اس کے چھوڑ دینے سے ہی ہوسکتی ہے اس لئے اب اس کا چھوڑنا ضروری ہے، اگرچہ فی نفسہ جائز بھی تھا مگر التزام مالایلزم کے قاعدہ سے منع ہوگیا۔ تعزیت کا جو طریقہ مسنونہ لکھا ہے اس کے لئے تین دن شریعت میں ہیں، مگر بعض بڑے لوگوں کے مرنے پر اس سے زیادہ دن بھی بیٹھتے ہیں اور اس میں کھانے وغیرہ کھلانے کا اہتمام بھی ہوتا ہے، جو کہ شرعاً منع ہے، تین دن سے زیادہ بیٹھنا بھی منع ہے اور تعزیت کے لئے جانے والوں کو تین دن کے اندر اہل میت کے گھر میں کھانا وغیرہ بھی ناجائز ہے، البتہ اگر زیادہ دور سے آنے والے ہوں تو ان کے لئے طعام وغیرہ کی گنجائش ہے، اسی طرح شہر سے باہر والوں کو تین دن کے بعد بھی تعزیت کے لئے جانا جائز ہے، مگر اہل میت کے یہاں طعام وغیرہ جائز نہیں، الا یہ کہ مجبوری کی صورت ہو، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اس مروجہ طریقہ میں یہ سب ناجائز امور بھی شامل ہیں، اس لئے بھی ناجائز ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(وبالجلوس لها) ای للتعزیة واستعمال لاباس هنا علی حقیقته لانه خلاف الاولی کما صرح به فی شرح المنیة وفی الاحکام عن خزانة الفتاوی الجلوس فی المصیبة ثلاثة ایام للرجال جاء ت الرخصة فیه ولا تجلس النساء قطعاً اھ (شامی ج ۲ص ۲۴۱، ایچ ایم سعید کراچی)

اس میں تصریح ہے کہ تین دن بیٹھنے کی گنجائش صرف مردوں کے لئے ہے، عورتوں کو بیٹھنا منع ہے اور تین دن کے بعد مردوں کو بھی منع ہے ۔وتکرہ بعدها الالغائب (شامی ایضاً) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو بھی تعزیت کے لئے بیٹھنا خلاف اولی ہے اور عورتوں کے لئے تو ناجائز ہے ہی ۔تعزیتِ مسنونہ یہ ہے کہ جیسا موقع ہو گھر میں یا کسی بھی جگہ اہل میت سے تعزیت کر دی جائے، خصوصیت کے ساتھ اس کے لئے بیٹھنا خلاف اولی ہے اور مسجد میں اور گھر کے دروازہ کے سامنے بیٹھنا مردوں کے لئے بھی مکروہ ہے، مگر اس مروجہ طریقہ میں اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا ۔شامی میں ہے:

وفی الظهیریة ویکره الجلوس علی باب الدار للتعزیة لانه عمل اهل الجاهلیة وقد نهی عنه وما یصنع فی بلاد العجم من فرش البسط والقیام علی قوارع الطریق من اقبح القبائح اھ (شامی ج ۲ص ۲۴۱، ایچ ایم سعید کراچی)

دیکھئے اس عبارت میں گھر کے دروازہ پر تعزیت کے لئے بیٹھنے کو جاہلیت کا طریقہ بتلایا گیا ہے اور ممنوع قرار دیا گیا ہے، اسی طرح بلادِ عجم میں جو فرشوں کا بچھانا اور راستوں پر تعزیت کے لئے قیام کو قبیح ترین رسم قرار دیا گیا ہے، اس تحریر پر غور کرنے سے مروجہ طریقہ کے قبائح پر اچھی طرح روشنی پڑ سکتی ہے، انصاف درکار ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر سید عبدالشکور ترمذی غفرلہٗ

مدرسہ حقانیہ، ساہیوال

۶ ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

اخبار الجامعہ

صدر جامعہ کی زیر نگرانی مفتی محمد عبداللہ مدرس جامعہ حقانیہ نے ''احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج ،تحقیقی جائزہ'' کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی کے تحت ایم ۔اے علوم اسلامیہ کا مقالہ مکمل کیا۔

حضرت مولانا محمد فیروزالدین شاہ کھگہ لیکچرر نیشنل فاسٹ یونیورسٹی لاہور نے صدر جامعہ کی زیر سرپرستی ''تحفظ حقوق نسواں اور علماء برصغیر کی مساعی جمیلہ'' کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی کے تحت ایم ۔اے علوم اسلامیہ کا مقالہ مکمل کیا۔

حافظ محمد سلطان صاحب لیکچرر یونیورسٹی بہاولپور نے کچھ عرصہ جامعہ میں قیام کر کے صدر جامعہ کی خصوصی رہنمائی میں ''تصنیفی خدمات مفتی عبدالشکور ترمذی، ایک تحقیقی جائزہ'' کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی کے تحت ایم ۔فل علوم اسلامیہ کا مقالہ مکمل کیا۔

۱۲/ذوالقعدہ: بعد عصر صدر جامعہ نے جامع مسجد الٰہیہ سرگودھا میں تقریب تکمیل حفظ قرآن کریم کے موقع پر خصوصی خطاب فرمایا۔

۱۸/ذوالقعدہ: مبارے خان تحصیل ساہیوال میں ایک جلسہ سے خطاب فرمایا۔

۱۹/ذوالقعدہ: جامع مسجد حقانیہ ساہیوال میں حضرت مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی مدظلہم ناظم ادارہ اشرف التحقیق دارالعلوم الاسلامیہ لاہور نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔

۲۴/ذوالقعدہ: صدر جامعہ نے جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ درس قرآن کریم دیا۔

یکم ذوالحجہ: منڈی بہاؤالدین میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔

۳/ذوالحجہ: جھنگ میں مولانا غلام یاسین صاحب کی مسجد میں خطبۂ جمعہ دیا۔

۶/ذوالحجہ: جامع مسجد فاروق اعظم (گنبدوالی) فروکہ تحصیل ساہیوال میں خطاب فرمایا۔

۷/ذوالحجہ: صاحب بلوچاں تحصیل ساہیوال میں ختم قرآن کریم کے موقع پر خطاب فرمایا۔

۸/ذوالحجہ: جامعہ حقانیہ چاوے والا میں ختم قرآن کریم کے موقع پر خطاب فرمایا۔

فہیم ترمذی

مدح رسول عربی ﷺ

عجب تھی عجب تھی یہ دنیا کی محفل
کہ خود باپ تھا اپنی بیٹی کا قاتل
بھنور میں تھا انساں، بہت دور ساحل
نہ رہبر کوئی تھا، نہ تھی کوئی منزل
محمد ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے

زمانے میں تھا شرک کا بول بالا
جہالت نے تھا چار سو ڈیرا ڈالا
تھی ظلمت ہی ظلمت جدھر دیکھا بھالا
نہ ملتا تھا ڈھونڈے سے بھی کچھ اجالا
محمد ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے

کوئی بت کے آگے جھکاتا تھا سر کو
کوئی سجدے کرتا شجر کو، حجر کو
خدا کوئی کہتا تھا شمس و قمر کو
کوئی پوجتا آگ شام و سحر کو
محمد ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے

دھنسے جا رہے تھے سبھی پستیوں میں
ہر اک فرد شاداں تھا خرمستیوں میں
تھا ناپید انساں بھری بستیوں میں
کہ شیطاں بڑا تھا بڑی ہستیوں میں
محمد ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے

چھٹی ظلمتیں چار سو نور چھایا
مٹی نفرتیں پیار کا دور آیا
زمیں جھوم اٹھی آسماں مسکرایا
خوشی سے فرشتوں کو بھی وجد آیا
محمد ﷺ جو تشریف لائے جہاں میں

چمن زار توحید کے کھل اُٹھے سب
محل باطل و کفر کے ہل اُٹھے سب
عداوت کے جو زخم تھے سل اُٹھے سب
جو بچھڑے ہوئے دل تھے پھر مل اُٹھے سب
محمد ﷺ جو تشریف لائے جہاں میں

ہوئی عام امن اور محبت کی دولت
رواداریوں کی مروت کی دولت
فہیم اصل میں ہے یہ دولت کی دولت
کہ تم کو ملی اُن ﷺ کی مدحت کی دولت
محمد ﷺ جو تشریف لائے جہاں میں